

## رضائے الہی کی تلاش

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں مشقت زدہ شخص ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی کے ہاں پیغام بھیجا تو وہاں سے جواب ملا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میرے پاس کچھ بھی نہیں صرف پانی موجود ہے۔ پھر دوسری بیوی کے پاس پیغام بھیجا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر آپ نے باری باری سب کے ہاں پیغام بھیجا کہ جو کچھ موجود ہے لایا جائے مگر سب نے یہی جواب دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موجود لوگوں سے پوچھا: ”اس شخص کی مہمان نوازی کون کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے گا۔“ ایک آدمی کھڑا ہو گیا جس کا نام ابو طلحہ تھا اس نے کہا یہ خدمت میں انجام دوں گا۔ وہ اسے گھر لے گیا۔ عورت سے پوچھا گھر میں کچھ ہے؟ اس نے کہا گھر میں کچھ نہیں صرف بچوں کی تھوڑی خوراک ہے۔ وہ کہنے لگا بچوں کو کسی چیز سے بہلا کر سلا دو جب ہمارا مہمان اندر آ جائے تو اسے دکھانا کہ ہم کھانا کھا رہے ہیں جب وہ اپنا ہاتھ کھانے میں ڈال لے تو چراغ کو ٹھیک کرنے کے بہانے بچھا دینا۔ ابو طلحہ کی بیوی نے اسی طرح کیا تو وہ بیٹھے رہے اور مہمان کھانا کھا کر فارغ ہو گیا اور ان دونوں نے خالی پیٹ رات گزار دی۔ جب صبح ہوئی تو وہ صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فلاں صحابی اور اس کی بیوی پر بہت خوش ہوا۔“ [بخاری: ۴۸۸۹ - مسلم: ۲۰۵۴]

[illegible]

[بخاری: ۵۸۲۷ اللباس - مسلم: ۱۵۴ / ۹۴ الایمان]

”حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس گیا۔ آپ اپنے اوپر ایک سفید کپڑا لپیے سو رہے تھے۔ پھر میں دوبارہ آیا تو آپ جاگ چکے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی لا الہ الا اللہ کہہ دے پھر وہ اسی بات پر فوت ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کیا اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو۔ میں نے عرض کیا: اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو۔ میں نے پھر عرض کیا اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو۔ ابوذر کی ناک خاک آلود ہونے پر بھی۔ پھر ابوذر رضی اللہ عنہ جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو یوں ضرور کہتے ابوذر کی ناک خاک آلود ہونے کے باوجود۔“

ابو ذر غفاری کا نام جندب بن جنادہ تھا، یہ قدیم الاسلام کبار صحابہ میں سے تھے۔ یہ پانچویں نمبر پر مسلمان ہوئے۔ ان سے ۲۸۱ احادیث  
 آئی ہیں۔

اس حدیث مبارک میں کلمہ کے دوسرے جز محمد رسول اللہ کا ذکر نہیں ہوا کیوں کہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ دونوں حصے لازم و ملزوم ہیں کسی ایک جز کے بغیر دوسرے جز کا کوئی فائدہ متصور نہیں ہو سکتا۔

ثم مات على ذاك: یعنی اگر کلمہ صدقِ دل سے پڑھ لیا اور اس کے مطابق عمل کرتا رہا اور اسلام پر ہی وہ فوت ہوا یعنی اسلام لانے کے بعد کسی وقت وہ مرتد نہیں ہوا کیوں کہ اعمال کا دار و مدار خواتیم پر ہے جس طرح دیگر احادیث سے ظاہر ہے۔

وان زنی وان سررق: یعنی اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے تو پھر بھی وہ جنت میں جائے گا۔ معلوم ہوا کہ اگر مسلمان کبھی زنا یا چوری کا مرتکب بھی ہو جائے تو پھر بھی وہ جنت میں ضرور جائے گا۔ اگر وہ کبیرہ گناہ اللہ نے معاف کر دیا تو سیدھا جنت میں جائے گا اور کبیرہ گناہ اللہ نے معاف نہ کیا تو احادیث کے مطابق اس کی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے بھی ایک مسلمان آدمی کافر نہیں بنتا اور نہ اس سے مسلمان ہونے کا نام ہی چھینا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ جو شخص مومن نہیں ہوتا وہ اتفاق علماء جنت میں کبھی بھی نہیں جاسکتا مگر حدیث میں مذکور شخص آخر میں ضرور جنت میں جائے گا۔

وان رغم انف ابی ذر: یعنی اگر ابو ذر کی ناک رغام میں مل جائے۔ رغام مٹی کو کہتے ہیں یعنی اگر یہ وہ اس کو ناپسند سمجھے۔

ابوذریؓ نے جو بار بار نبی ﷺ سے پوچھا تو یہ اس لیے کہ انہوں نے اس بات کو بہت سنگین سمجھا اور نبی ﷺ نے بھی ٹکرا کر جواب اسے اس لیے دیا تاکہ ابوذرؓ کے اس کو بڑا سنگین سمجھنے کی تردید کی جائے اور ایک وسیع چیز کی تحدید اور بندش کی سوچ فکر ختم ہو جائے۔ گویا آپ نے فرمایا: ”اے ابوذر! تم اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین اور وسیع رحمت کو کیوں محدود اور بند کرتے ہو؟! کیا تم اللہ کی رحمت کے ساتھ بخل کرتے ہو؟ اگرچہ تم ناپسند ہی سمجھو پھر بھی اس کی یہ رحمت مخلوق پر نہایت وسیع ہے۔

# فہرست

1	رضائے الہی کی تلاش	جواہر پارے
2	(عبدالصمد ریالوی) اعمال کا انحصار آخری عمل پر ہے	کلمۂ طیبہ
5	(حافظ احمد شاکر) دعائی ہے	اداریہ
7	(شیخ عمر فاروق) امر بالمعروف، نہی عن المنکر	درس حدیث
14	(مولانا حافظ ثناء اللہ خان) احکام و مسائل	احکام و مسائل
18	(مولانا عبدالرحمن عزیز) احکام و مسائل	احکام و مسائل
22	(ابوالبردار شاد الحق اثری) صحیحین میں غنائے جارتین ..... (۲)	تحقیق و تنقید
27	(محمد مصعب عبقری) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا میدانِ کربلا .....	اخلاق و کردار
29	(عبدالرشید عراقی) مولانا ولایت علی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ	تذکرہ علمائے اہل حدیث
35	(خالد علیم)	

## ایشارو قربانی

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [الحشر: ۵۹/۹]

”اور وہ اپنی جانوں پر (دوسروں کو) ترجیح دیتے ہیں چاہے انہیں سخت ضرورت ہو۔ اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا تو یہی لوگ فلاح اور خلاصی پانے والے ہیں۔“

## وراثت رسول ﷺ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ  
مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيرًا وَلَا أَوْحَى بِشَيْءٍ -

[مسلم: ۱۸/۱۶۳۵]

”رسول اللہ ﷺ نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم نہ بکری اور نہ اونٹ اور نہ ہی کوئی وصیت فرمائی۔ کیوں کہ ایک حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہم انبیاء کی جماعت نہ وارث ہوتے ہیں نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔“ [بخاری: ۳۰۹۲ - مسلم: ۵۹/۱۷۵۹]

18 تا 24 جنوری 2008ء..... (76)..... 8 محرم الحرام 1429ھ

## مصیبت کے وقت کی دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مصیبت کے وقت یہ دعا کیا کرتے تھے:  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ. [البخاری: ۶۳۴۵ - مسلم: ۲۸۳۰]  
”اللہ تعالیٰ بڑے اور حلم والے کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑے عرش کے رب کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں جو سات آسمانوں، زمین اور عرش کریم کا رب ہے۔“

# دعا ہی ہے

حافظ احمد شاکر

اداریہ

پاکستانی قوم اس وقت جن آزمائشوں میں گھری ہوئی اور جن گھمبیر مسائل سے دوچار ہے اس کا سبب ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق صرف ہمارے یعنی ہر فرد کے اعمال اور کرتوتیں ہیں۔ لیکن شاید کوئی بھی ایسا فرد نہ ہو جو خود کو اس کا ذمہ دار سمجھتا ہو بلکہ ہر فرد دوسرے کو ہی اس کا باعث گردانتا اور اُسی کو الزام دیتا ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ عوام الناس کی بے عملی اس کا باعث ہے، عوام الناس کہتے ہیں کہ یہ حالات علمائے دین کے قول و فعل کے تضاد کا نتیجہ ہیں۔ اپوزیشن یعنی اقتدار سے باہر سیاست دان حکم رانوں کی بدعنوانیاں بیان کر کے حکم رانوں کو الزام دیتے رہتے ہیں تو حکم ران ان حالات کا ذمہ دار سابقہ حکم رانوں کی مالی بد معاملگی کو ٹھہراتے ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے علم اور اختیار کے مطابق اس کا ذمہ دار اور حصہ دار ہے۔ لیکن افسوس ناک امر یہ ہے کہ قوم کے سارے ہی مذہبی و سیاسی راہ نما اور لیڈر ان سب مسائل، مصائب اور مشکلات کی کلید ’جمہوریت‘ ہی کو کہتے اور بتاتے ہیں۔ کوئی فرد، کوئی حاکم، کوئی لیڈر اور راہ نما اپنی غلطی، کوتاہی، نافرمانی اور سرکشی کا نہ اعتراف کرنے پر آمادہ ہے نہ ان سے توبہ کرنے اور جائزہ لینے اور ان پر غور کر کے اصلاح کرنے پر آمادہ ہے۔

قرآن حکیم نے پہلی امتوں کی تباہی کے اسباب بیان کرتے وقت جہاں ان کے کفر و شرک، ظلم و تعدی، نا انصافی، طغیان اور سرکشی کا ذکر فرمایا ہے وہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر بھی کیا ہے کہ ”ان سب سرکشیوں اور ظلم و طغیان کے باوجود اگر تم اپنے رب سے توبہ کرو، معافی مانگو اور استغفار کرو تو وہ یقیناً تمہارے سب قصور معاف کر دے گا۔ مزید برآں کہ وہ تمہاری معاشی حالت بہتر کر دے گا اور تمہاری افرادی قوت بھی بڑھا دے گا۔“

اَسْتَغْفِرُكَ رَبِّكَمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلٰیكُمْ مِدْرَارًا وَ يَنْزِلُ مِنْكُمْ قُوَّةٌ اِلٰی قُوَّتِكُمْ ﴿٥٢﴾ [ہود: ٥٢/٥٣] وطن عزیز جس طرح اس وقت بد امنی، سیاسی اتار کی، سرحدوں کی نازک صورت حال انکل سام کی دخل اندازی کے علاوہ معاشی بد حالی کے ساتھ آٹے کی نایابی اور روز افزوں کمزوری مہنگائی سے دوچار ہے، اس طرح کے ناگفتہ بہ حالات سے نکلنے اور نجات پانے کے لیے قرآن وحدیث نے مکمل راہ نمائی فرمائی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ ان ہدایات پر عمل کیے بغیر ان حالات سے کسی صورت چھٹکارا نہیں پایا جاسکتا۔

اسلام نے سیاسی اتار کی اور امن وامان کے لیے فوری انصاف اور جرم ثابت ہونے پر سرعام سزائیں اس کا علاج قرار دیا ہے۔ لیکن جرم پر دو مغربی معاشرہ وقانون سرعام سزاؤں کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیتا ہے، سزا کو مؤخر کر کے مجرم کے بچاؤ کے لیے رخنہ پیدا کرتا ہے۔ نیز انصاف میں تاخیر اور مجرم کو شک کا فائدہ دے کر حتی الامکان بری کرنے کو ”انسانی حقوق“ باور کراتا ہے۔

اسلام نے سود کو حرام قرار دے کر زکوٰۃ و صدقات کا ایسا جامع نظام ترتیب دیا ہے کہ اس نظام پر عمل درآمد سے نہ صرف معاشی خود کفالت کے دروازے کھلتے ہیں بلکہ دوسرے مجبور لوگوں کے کام آنے کے درجہ بھی وا ہو جاتے ہیں بشرطیکہ ”بادشاہ سلامت“ کی نیت صحیح رہے۔

اسی طرح انسانی ضروریات کی تکمیل اور ہر وقت دستیابی کی خاطر اشیائے ضرورت..... خوراک، لباس اور ادویات..... کی ذخیرہ اندوزی کو حرام قرار دیا ہے حکومت کو چاہیے کہ ذخیرہ اندوزوں پر کڑی نظر رکھے، حکمت عملی سے انھیں ڈھب پر لانے کی کوشش کرے، اور اس سلسلے میں تمام قانونی تقاضے پورے کرے، اور اپنے شہریوں کو معروف قیمتوں پر اشیائے ضرورت مہیا کرے۔ قرآن وحدیث میں مالی ومعاشی پریشانیوں سے نجات کے لیے توکل، تقویٰ، صلہ رحمی، عبادات کا اہتمام، انفاق فی سبیل اللہ، احسان اور بارگاہِ الہی میں استغفار و توبہ کرنے کی ہدایت بھی فرمائی گئی ہے۔

سرحدوں کی حفاظت، ملکی سلامتی اور دفاع کی غرض سے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے غیر مسلموں سے دوستی اور ان کو رازدار بنانے سے بھی مختلف پیرایوں میں منع فرمایا ہے، نیز دنیا و آخرت میں اس کے نقصانات سے آگاہ فرمایا ہے۔

مذکورہ بالا گزارشات اور قرآن و حدیث کے راہ نما اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم اپنے حکومتی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی معاملات و حالات کا جائزہ لیں تو نتیجہ سامنے یہ آتا ہے کہ یہاں آوے کا آواہی بگڑا ہوا ہے، امن و امان کی اتاری کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیا جائے تو اس کا سرا جاکیر داروں، وڈیروں اور ”استحقاق“ کے طلب گار ممبران اسمبلی سے جاملتا ہے۔ ملکی سلامتی سے متعلق موبہم خطرات کا کھراا غیار کے کا سہ لیسوں اور آنے جانے والے حکمرانوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ اگر اشیائے ضرورت کی ذخیرہ اندوزوں کا سراغ لگایا جائے تو اس میں بڑے بڑے سورج مکھی سیاست دان اور دستر خوانی تاجر نظر آئیں گے۔ چنانچہ من حیث القوم ہمیں اجتماعی طور پر اپنے گناہوں سے توبہ کرنے اور اللہ سے مغفرت طلب کرنے کی ضرورت ہے، نیز اپنے راہ نماؤں کے لیے ہدایت کی دعا کے سوا اور کچھ بھی نہیں دے رہا۔ واعف عنا، واغفر لنا، وارحمنا، انت مولانا

## انہیں کی وضاحت باوقار ہوگی:

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان وطن عزیز کی دینی جماعتوں کی شاید سب سے قدیم تنظیم ہے۔ یہ تنظیم کم و بیش اپنی تشکیل سے ربع صدی تک غیر سیاسی رہی یعنی تنظیم اپنے نام سے ملکی سیاست میں عملاً شریک نہیں ہوئی بلکہ ہر خیر سے تعاون اور ہر شر سے علیحدگی اس کا طریق تھا۔ مؤسسین کی رحلت کے بعد آنے والی قیادت نے اس تنظیم کے نام سے سیاست میں حصہ لینے کا فیصلہ کر لیا اور اب نصف صدی سے زائد کا عرصہ ہو رہا ہے کہ یہ اپنے نام اور عنوان سے سیاست میں حصہ لے رہی ہے۔ طریق کار کی اس تبدیلی کی درستی یا نادرستی کا فیصلہ آنے والا مورخ ہی کرے گا جو تاریخ کا حصہ ہوگا۔ فی الوقت ہم اپنی رائے کے اظہار کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث نے ۱۹۵۴ء میں ایک مرکزی درس گاہ کے قیام کا فیصلہ کیا جس کے لیے فیصل آباد کو منتخب کیا اور اس کا نام الجامعۃ السلفیہ رکھا گیا۔ اس کے اغراض و مقاصد خالص قرآن و حدیث کی ٹھوس تعلیم یا یوں کہہ لیں کہ مسلک محدثین کے مطابق مسلمان طلباء کی تعلیم و تربیت کا اہتمام تھا۔ شروع میں اس کے نصاب میں علوم آلیہ (منطق و فلسفہ) بھی شامل تھے پھر وقت گزرنے کے ساتھ اس میں تبدیلیاں ہوتی رہیں اور آج کل غالباً عصری تعلیم..... میٹرک، ایف اے، بی اے..... کا بھی اہتمام ہے۔ اس جامعہ کے چشمہ فیض سے دنیا بھر کے مسلمان طلباء فیض پاتے رہے۔ مختلف اوقات میں یہاں سے سعودی عرب، افریقا، اردن، امارات، مالدیپ، بنگلہ دیش کے طلباء نے فیض پایا اور بھلا اللہ وطن عزیز کا..... نسبتاً..... یہ گم نام ادارہ دنیا بھر میں قرآن و حدیث کی ضوافشانی کا باعث بنا، جو اس کے بانیان کے لیے یقیناً زادِ آخرت ہے۔

نبی ﷺ کی حدیث کے مطابق ”جہاد قیامت تک جاری رہے گا“ ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ وہ جہاد کون سا ہے؟ قرآن و حدیث میں اس کی تفصیلات موجود ہیں جن کو یہاں دہرانا مقصود نہیں۔ یہاں صرف یہ وضاحت مقصود ہے کہ الجامعۃ السلفیہ کے نصاب یا پروگرام میں ہمارے علم کی حد تک کسی بھی طرح کی جہاد کی عملی تربیت شامل نہیں بلکہ الجامعۃ السلفیہ طلباء کو صرف قرآن و حدیث کے علمی نور سے منور اور اس پر عمل کی تربیت کرتا ہے۔ یہ گزارشات عرض کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ مؤقر ”روزنامہ ایکسپریس“ کے ۲۰۰۸ء کے شمارے میں پاکستان کے ایک مخصوص طرز فکر کے بزرگ صحافی جناب حمید اختر نے بھارتی اخبار کے ایک کالم کے حوالہ سے الجامعۃ السلفیہ کے بارے میں ایسی باتیں لکھی ہیں جو سراسر خلاف واقعہ اور بھارتی کالم نگار کی خالص شراغیزی ہے۔ محترم حمید اختر اگر اپنے ایک دیرینہ دوست مولانا محمد اسحاق بھٹی، جن سے ان کا سلام و پیام اب بھی رہتا ہے، سے معلومات حاصل کر لیتے تو شاید وہ انہیں صحیح تر معلومات دے دیتے کہ وہ اس کے بانیان کے نیاز مندوں، خدام اور کارکنوں میں سے ہیں۔ صحافتی دیانت کا تقاضا ہے کہ محترم حمید اختر صاحب مولانا محمد اسحاق بھٹی سے تفصیلی معلومات حاصل کر کے اس فروگزاشت کی اصلاح خود ہی فرمائیں کہ وضاحت انہیں کی طرف سے باوقار ہوگی۔

# امر بالمعروف، نہی عن المنکر

شیخ عمر فاروق

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرَنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُوهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ» [الترمذی: ۲۱۶۹ هذا حديث حسن وحسنه

الالبانی]

”سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب بھیجے اور پھر تم اُس کو پکارو اور وہ تمہاری پکار نہ سنے۔“

**اللغة:**

”الْمَعْرُوفُ“ اس لفظ کا مادہ (ع ر ف) ہے۔ عَرَفَ، يَعْرِفُ، عَرَفَانًا وَمَعْرِفَةً پہچاننا، معلوم کرنا۔ اسی سے لفظ ”معروف“ ہے اس کے معنی بھلائی، احسان، حسن سلوک، عطیہ، نیکی کے ہیں (یعنی ہر وہ فعل و عمل جس کی اچھائی اور خوبی عقلاً و شرعاً ثابت ہو) اِس لفظ کی ضد اَلْمُنْكَرُ ہے۔ [القاموس الوحید]

گویا معروف وہ قول اور بھلی بات ہے جس کو نفس پہچانے اور اُس پر نفس مطمئن ہو جائے اور شریعت اسلامی کی رو سے بھی وہ درست ہو جیسا کہ قرآن حکیم میں آتا ہے۔

﴿وَلِئَلْ تَطْلُقَتْ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ طَحَقًا عَلَى

الْمُتَّقِينَ﴾ [البقرة: ۲/۲۴۱]

”اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو، انہیں مناسب طور پر کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کیا جائے، یہ حق ہے متقی لوگوں پر۔“

یعنی مطلقہ عورتوں کو احسان و مروت کے ساتھ، حالات اور وقت کے مطابق، خوش اسلوبی سے مال و متاع دے کر رخصت کرو۔

مزید ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [النساء: ۴/۱۹]

”اُن کے ساتھ بھلے طریقہ سے زندگی بسر کرو۔“

غریب و مساکین کی صدقات و زکوٰۃ کی رقم سے خدمت کرنا یقیناً بہت بڑا اجر ہے مگر ایسی خیرات جس کے پیچھے کسی کی دل آزاری نہ ہو، بھلی بات کہنے اور خوب صورتی سے جواب دینے کو سراہا گیا ہے۔

﴿قَوْلُ مَعْرُوفٍ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا

أَذَى﴾ [البقرة: ۲/۲۶۳]

”نرم بات کہنا اور معاف کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے، جس کے بعد ایذا رسانی ہو۔“

یعنی سائل سے نرمی و شفقت اور چشم پوشی، اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد اُس کو لوگوں میں ذلیل و رسوا کر کے اُسے تکلیف پہنچائی جائے۔

**معروف کی حقیقت:**

امام راغب اصفہانی کے نزدیک ”المعروف“ ہر اُس قول و فعل کا نام ہے جس کی خوبی عقل یا شریعت سے ثابت ہو اور منکر ہر

اُس بات کو کہا جائے گا جو عقل و شریعت کی رو سے بری سمجھی جائے، قرآن حکیم میں رب کریم نے راہِ راست پر قائم لوگوں کا یہ وصف بیان فرمایا ہے:

﴿وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾  
”وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی

کے کاموں میں سرگرم رہتے ہیں۔“ [آل عمران: ۱۱۴]

خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی بہت سی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ بھی تھی۔ اہل کتاب سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَهُم عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَجْعَلُ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَاَلَّذِينَ أَمْنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [الاعراف: ۱۵۷]

”[پس آج یہ رحمت اُن لوگوں کا حصہ ہے] جو اس پیغمبر، نبی امی (ﷺ) کا اتباع کرتے ہیں، جسے وہ لوگ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ اُن کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں وہ اُن کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال اور گندی چیزیں حرام فرماتے ہیں اور اُن پر سے (جہالت اور نادانی) کے وہ بوجھ اتارتے ہیں جو اُن پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتے ہیں جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے لہذا جو لوگ ان پر ایمان لائیں اور اُن کی حمایت اور نصرت کریں اور اُس نور کی پیروی کریں جو اُن پر نازل کیا گیا ہے، ایسے لوگ ہی ہیں فلاح پانے والے ہیں۔“

امر بالمعروف کے رستے میں شیطان آڑے آتا ہے، اور جاہل لوگ راستے میں حائل ہوتے ہیں، اس لیے رب کریم نے اس راہ سے کامیاب نکلنے کی تدبیر بھی ارشاد فرمادی ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۝ إِنَّمَا يَنْزِعُ عَنْكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ [الاعراف: ۷/۱۹۹، ۲۰۰]

”(اے نبی ﷺ) نرمی اور درگزر کا طریقہ اختیار کیجیے، معروف کی تلقین کرتے جائیے اور جاہلوں سے نہ الجھنے، اور کبھی شیطان آپ کو اُکسائے تو اللہ کی پناہ مانگئے۔ وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (وہ مخلص بندوں کے حالات سے باخبر ہے اور راہِ حق میں اُن کا مددگار ہے۔)“

### نیک مرد اور عورتیں:

اللہ کے نیک بندے، مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ہمدرد اور غم خوار اور دست و بازو ہیں۔ وہ نیک اعمال کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ اس طرح اُن کی معاشرتی زندگی صاف ستھری بن جاتی ہے۔ اور ایسے لوگوں پر مشتمل معاشرے میں نیکیوں کے پھول کھلتے ہیں، انصاف و محبت کی خوشبو پھیلتی ہے اور زندگی خوش گوار ہو جاتی ہے۔

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ لَّا ذَمَّ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

”مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی۔ یقیناً اللہ عزت و غلبے والا حکمت والا ہے۔“ [التوبة: ۷۱]



اُن لوگوں کے لیے ایک اور مقام پر اس طرح خوش خبری دی گئی ہے:

﴿التَّائِبُونَ الْعِبَادُونَ الْحَمِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّكْعُونَ  
السَّجِدُونَ الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ  
الْمُنْكَرِ وَالْحَفَظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾

[التوبة: ۹/ ۱۱۲]

”وہ ایسے ہیں جو اپنے گناہوں اور خطاؤں پر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، (اپنے رب کی) حمد و ثنا کرنے والے، روزہ رکھنے والے (یا راہ حق میں سفر کرنے والے) رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے ہیں اور ایسے مومنین کو (فوز و فلاح) کی خوش خبری دیجیے۔“

مندرجہ بالا مومنوں کی ہر ہر صفت اپنی جگہ معنی خیز ہے۔  
”التَّائِبُونَ“ ہر خطا اور ہر غلطی پر انہیں احساس ہو جاتا ہے۔ وہ فوراً اپنے رب کے حضور توبہ و استغفار کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی لوگ پسند ہیں۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔“ [البقرة: ۲/ ۲۲۲]

”الْعِبَادُونَ“ ہر وقت اُس کے احکام کی سنت نبوی کے مطابق تعمیل کرنے والے۔ ”الْحَمِدُونَ“ خوشی اور غمی میں راحت اور تکلیف میں رب تعالیٰ کی عطا کردہ روحانی و جسمانی نعمتوں پر اُس کا شکر بجا لانے والے اور اسی پر اُس کی حمد و ثنا کرنے والے۔

”السَّائِحُونَ“ بعض مفسرین نے اس کی تفسیر روزہ رکھنے والے کی ہے اور بعض مفسرین نے اس کے معنی اس سفر کے لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔ جیسا کہ سفر حج و عمرہ، جہاد اور طلب علم کا سفر، یا عزیز و اقارب کو فیض پہنچانے کا سفر وغیرہ۔

”الرَّكْعُونَ السَّجِدُونَ“ نمازوں کی حفاظت کرنے والے۔  
”الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ“ جن باتوں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اُسے لوگوں تک پہنچانے والے اور جن سے روکا ہے اُس سے منع کرنے والے۔“

”وَالْحَفَظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ“ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے محافظ انہی مومنوں کے لیے فوز و فلاح کی خوش خبری ہے۔ [تیسیر الکريم الرحمن فى تفسير كلام المنان، تاليف عبدالرحمن ناصر السعدى]

ظاہر ہے کہ ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ کا فریضہ سرانجام دینے والوں کے لیے مندرجہ بالا تمام خوبیوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

### امت مسلمہ اور امر بالمعروف:

چوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں اس لیے اب یہ فریضہ امت مسلمہ پر عائد ہوتا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ  
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾

”(مسلمانو!) اب دنیا میں وہ بہترین امت تم ہو جسے انسانوں (کی ہدایت و اصلاح) کے لیے میدان میں لایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“ [آل عمران: ۱۱۰/ ۳]

### اہل علم کی جماعت اور امر بالمعروف:

رب کریم کا حکم ہے کہ اہل علم کی جماعت ہمہ وقت اس فریضہ کو ادا کرتی رہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ  
بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ  
الْمُقْبِلُونَ﴾ [آل عمران: ۱۰۴/ ۳]

”تم میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہی ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائیوں کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں، جو

بیان کیے گئے ہیں جنہیں خلافت راشدہ اور قرن اول کی دیگر اسلامی حکومت میں بروئے کار لایا گیا اور انہوں نے اپنی ترجیحات میں اُن کو سرفہرست رکھا، تو اُن کی بدولت اُن حکومتوں میں امن و سکون بھی رہا، رفاہیت اور خوش حالی بھی رہی اور مسلمان سر بلند اور سرفراز بھی رہے، آج بھی سعودی عرب کی حکومت میں بحمد اللہ ان باتوں کو اہتمام ہے۔ تو اس کی برکت سے وہ اب بھی امن و خوشحالی کے اعتبار سے دنیا کی بہترین اور مثالی مملکت ہے۔ آج کل اسلامی ملکوں میں فلاحی مملکت کے قیام کا بڑا غلغلہ اور شور ہے اور ہر آنے جانے والا حکم ران اس کے دعوے کرتا ہے۔ لیکن ہر اسلامی ملک میں بد امنی، فساد، قتل و غارت اور ادبار و پستی اور زبوں حالی روز افزوں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سب اللہ کے بتلائے ہوئے راستے کو اختیار کرنے کے بجائے مغرب کے جمہوری اور لادینی نظام کے ذریعے سے فلاح و کامرانی حاصل کرنا چاہتے ہیں جو آسمان پر تھگی لگانے اور ہوا کو مٹھی میں لینے کے مترادف ہے (یعنی محض دھوکہ اور فریب ہے) جب تک مسلمان ملکیتیں قرآن کے بتلائے ہوئے اصول کے مطابق اقامت صلوٰۃ و زکوٰۃ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام نہیں کریں گی اور اپنی ترجیحات میں ان کو سرفہرست نہیں رکھیں گی وہ فلاحی مملکت کے قیام میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گی۔“ [حسن البیان]

### پاکستان کا نظام حکومت:

اس آئیہ مبارکہ کی روشنی میں پاکستان کے حالات پر نگاہ ڈالیں کہ مسلمانوں نے اس خطہ زمین کے حصول میں جان و مال کی کس قدر قربانیاں دیں تاکہ اس سر زمین میں اللہ کا قانون نافذ کر کے ہر شخص کو امن اور سکون سے زندگی گزارنے کے مواقع میسر ہوں، عدل و انصاف کی حکمرانی ہو اور زندگی میں پھلنے پھولنے کا ہر امیر و غریب کو موقع ملے۔ اسلامی نظام تو یقیناً ایسا عادلانہ نظام فراہم کرتا ہے مگر یورپ کا خود ساختہ جمہوری نظام فساد اور بربادی کے سوا کچھ نہیں جس میں حق و صداقت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ”بندوں کو گنا کرتے ہیں تو لڑائیں کرتے“ آج سے ساٹھ برس قبل اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزادی کی

لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پانے والے ہیں۔“ ظاہر ہے کہ ایسے اہل علم اور داعی الی اللہ کی معاشی کفالت یا تو اسلامی حکومت کے ذمہ ہوگی یا پھر معاشرے کے اہل ثروت حضرات ان کا بوجھ اٹھائیں گے، دینی مدارس سے فارغ ہونے والے ہونہار طلباء کے ذمہ یہ فریضہ سونپا جائے، انہیں دعوت و تبلیغ کے کام کی خصوصی طور پر تربیت دی جائے، انہیں زبان و بیان پر پوری طرح قدرت و دسترس حاصل ہو، مختلف زبانیں سکھائی جائیں اور اُن میں وہ اپنا مافی الضمیر پوری خوبی کے ساتھ بیان کر سکیں۔

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی پوری طرح تربیت فرمائی اور انہیں اہل یثرب کی طرف داعی الی اللہ بنا کر بھیجا، مصعب نے یہ فریضہ انتہائی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا اور اُن کی دعوت پر کئی لوگ مشرف باسلام ہوئے۔ الحمد للہ

### ہر اسلامی حکومت پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے:

مسلمانوں کو دنیا میں جہاں کہیں غلبہ و اقتدار حاصل ہو، وہاں پر قائم ہونے والی حکومت پر یہ بات اولین فرائض میں سے ہے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿الَّذِينَ إِن مَّكَّنْهُمْ فِي الْآدَاسِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ طَوَّلَهُ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ [الحج: ۴۱/۲۲]

”(یہ وہ لوگ ہیں) جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ صلوٰۃ و زکوٰۃ کا نظام قائم کریں گے، نیکیوں کا حکم دیں گے اور برائیوں سے منع کریں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے (یعنی ہر بات کا مرجع اللہ کا حکم اور اُس کی تدبیر ہی ہے، اُس کے حکم کے بغیر کائنات میں کوئی پتہ بھی نہیں ہلتا چہ جائیکہ کوئی اللہ کے احکام اور مضابطوں سے انحراف کر کے حقیقی فلاح و کامیابی سے ہمکنار ہو جائے۔“)

اس آئیہ مبارکہ پر حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

”اس آیت میں اسلامی حکومت کے بنیادی اہداف و مقاصد

نعت سے بہرہ ور فرمایا تھا، چاہیے تو یہ تھا کہ ہم اُس کا شکر بجالاتے اور اُسی کے نظام کو اس ملک میں جاری و ساری کرتے، مگر ایسا نہ ہوا اور اب تباہی و بربادی کے جس کنارے پر کھڑے ہیں وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ دین کو چھوڑ کر ہم کبھی بھی راہ یاب نہیں ہو سکتے۔ جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو جدا ہو دیں سیاست سے، تو رہ جاتی ہے چنگیزی

### برائی روکنے کے درجات:

ان احادیث مبارکہ پر بھی غور کر لیجیے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا، فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ» [رواہ مسلم، ریاض الصالحین، رقم

الحديث: ۱۸۹]

”تم اگر کسی کو برائی کرتے دیکھو، تو اپنے ہاتھ سے روکو، اگر (اس بات کی طاقت اور قدرت نہ پاؤ) تو زبان سے منع کرو (اگر اس بات کی بھی طاقت اور قدرت نہ رہے) تو (کم از کم) دل میں برا سمجھو اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔“ آخری درجے کو اس لیے برقرار رکھا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کل کو ہمت دے تو زبان اور ہاتھ سے بھی برائی روک سکو۔

### برائی نہ روکنے کا وبال سب پر:

طوالت کی وجہ سے حدیث مبارکہ کا ترجمہ ہی لکھا جاتا ہے:

”سیدنا عثمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی باتوں سے روکنے والے کی اور اُن کا ارتکاب کرنے والے کی مثال ایسی ہے کہ چند لوگوں نے ایک بحری جہاز میں سفر کے لیے قرعہ ڈالا تو ان میں چند لوگوں کو اوپر کے حصہ میں جگہ ملی اور بعض کو نیچے کے حصہ میں، نیچے والے اوپر پانی لینے جاتے اور اوپر والوں کے

پاس سے گزرتے تو وہ بہت خفا ہوتے ہیں اور اُن کا اوپر آنا ان پر شاق گزرتا۔ نیچے والوں نے کہا کہ ہم اپنے نیچے کے حصہ میں سوراخ کر لیں گے تو پھر اوپر والوں کو تکلیف نہ ہوگی۔ اگر اوپر والے اُن کو اُن کے ارادے سے باز نہ رکھیں گے (اور نہ ہی اُن سے نرمی کا معاملہ کریں گے) تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے (کہ پانی جہاز میں داخل ہو جائے گا اور سب کو لے ڈوبے گا) اور اگر اُن کے ہاتھوں کو پکڑ لیا تو سب نجات پا جائیں گے۔ (اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا نہ کیا گیا تو اللہ کا عذاب سب پر آ جائے گا۔) [رواہ البخاری، ریاض

الصالحین، رقم الحديث: ۱۹۲]

### بنی اسرائیل کا واقعہ:

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پہلی خرابی جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی وہ یہ تھی کہ کوئی کسی برے آدمی کو ملتا اور کہتا کہ اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تم کرتے ہو اُس کو چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے جائز نہیں ہے۔

يَا هَذَا، اتَّقِ اللَّهَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَكَ -

پھر جب دوسرے دن ملتا اور اُس کو اُسی حالت میں پاتا، تو پھر اُس کو نہ روکتا اور اُس کا ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہو جاتا اور اُس کا اٹھنا بیٹھنا بھی اُسی کے ساتھ ہو جاتا۔ پھر جب اُن کی یہ حالت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو یکساں کر دیا، پھر آپ نے یہ آیہ مبارکہ پڑھی جس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

”بنی اسرائیل کے منکرین پر سیدنا داؤد علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ بن مریم کی زبانی لعنت کی گئی (وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو گئے) اس وجہ سے کہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے اور حد سے آگے بڑھ جاتے تھے (دین میں نت نئی باتیں شامل کر لیتے، گویا بدعات کا ارتکاب کرتے) آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جوہ کرتے تھے روکتے نہ تھے۔ جو کچھ بھی

یہ کرتے تھے یقیناً وہ بہت برا تھا۔ اُن میں سے بہت سے لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ (اہل ایمان کو چھوڑ کر) کفار کی حمایت و رفاقت کرتے ہیں۔ یقیناً بہت برا انجام ہے اُن اعمال کا جو وہ آگے بھیج رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے (ایسے لوگوں پر) اور وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ اگر فی الواقع یہ لوگ اللہ اور اُس کے نبی (ﷺ) پر اور اُس چیز کے (صدق دل سے) ماننے والے ہوتے جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی تھی (یعنی قرآن حکیم) تو کبھی (اہل ایمان کے مقابلہ میں) کافروں کو اپنا رفیق و ہم نوا نہ بناتے۔ مگر اُن میں سے تو بیشتر لوگ اللہ کی اطاعت سے نکل چکے ہیں (فسق کی راہ اختیار کر چکے ہیں۔)“

[المائدہ، ۷۷ تا ۸۱]

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ تم ضرور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور ظالموں کے ہاتھ پکڑ لو۔ اُن کو زبردستی حق پر روکو اور اُن کو حق پر مجبور کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے دلوں کو یکساں کر دے گا اور تم پر لعنت کرے گا (اپنی رحمتوں سے محروم کر دے گا) جیسے کہ اُن پر کی۔ [ریاض الصالحین، رقم الحدیث: ۲۰۱۔ بحوالہ

ابوداؤد، ترمذی]

یہ آیات مسلمان ملکوں کے برائے نام مسلمان کہلانے والے لیڈروں کے لیے زبردست لمحہ فکریہ ہیں، کاش کہ وہ اس پر غٹھنے دل سے غور کریں۔

### عذاب کن لوگوں پر آتا ہے؟

قرآن حکیم کی سورۃ الاعراف کے اس واقعہ پر بھی غور کر لیجیے جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

”اور ذرا ان سے اُس ہستی کا حال بھی پوچھئے جو سمندر کے کنارے واقع تھی۔ یاد دلائیے وہ واقعہ کہ وہاں کے لوگ سبت (ہفتہ) کے دن احکام الہی کی خلاف ورزی کرتے تھے (کہ انہوں نے عہد کر رکھا تھا کہ ہفتہ کے دن کو عبادت

وریاضت میں گزاریں گے، حالاں کہ اللہ کی شریعت میں ایسی کوئی پابندی نہیں تھی) اور یہ کہ مچھلیاں سبت ہی کے دن ابھرا بھر کر سطح پر اُن کے سامنے آتی تھیں اور سبت کے سوا باقی دنوں میں نہیں آتی تھیں (بلکہ معمول کے مطابق تیرتی تھیں) یہ اس لیے ہوتا تھا کہ ہم اُن کی نافرمانیوں کی وجہ سے اُن کو آزمائش میں ڈال رہے تھے۔ اور آپ انہیں یہ بھی یاد دلائیے کہ جب اُن میں سے ایک گروہ نے دوسرے گروہ سے کہا تھا کہ ”تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا یا سخت سزا دینے والا ہے“ تو (امر بالمعروف کرنے والوں نے) جواب دیا کہ ”ہم یہ سب کچھ تمہارے رب کے حضور اپنی معذرت پیش کرنے کے لیے کرتے ہیں اور اس امید پر کرتے ہیں کہ شاید یہ لوگ رب تعالیٰ کی نافرمانی سے پرہیز کرنے لگیں۔ آخر کار جب وہ اُن ہدایات کو بالکل ہی فراموش کر گئے جو انہیں یاد کرائی گئی تھیں تو ہم نے اُن لوگوں کو بچالیا جو برائی سے روکتے تھے اور باقی سب لوگوں کو جو ظالم تھے (برائیوں کا ارتکاب کرنے والوں اور برائیوں کو دیکھتے ہوئے خاموش رہنے والوں کو) اُن کی نافرمانیوں پر سخت عذاب میں پکڑ لیا۔“

[الاعراف: ۷/ ۱۶۳-۱۶۵]

مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ برائیاں کرنا اگر جرم ہے تو انہیں دیکھتے ہوئے چشم پوشی کرنا بھی جرم ہے اور اس جرم کی سزا سے وہی لوگ بچ سکتے ہیں جو خود بھی ”معروف“ پر قائم رہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہیں، اسی لیے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ

مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ [المائدہ: ۱۰۵]

”اے ایمان والو! اپنی فکر کرو۔ کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا، اگر تم خود راہ راست پر ہو۔“

## شیخ الحدیث بنیامین طور علیل ہو گئے

شیخ الحدیث مولانا بنیامین طور صاحب آف جھوک دادو طور (شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کالج) ضلع فیصل آباد گزشتہ دنوں شدید علیل ہو گئے۔ موصوف گردے کے عارضے کے باعث جہز ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں۔ قارئین ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

[۱] ابوالاحشام حمزہ طور، گوجراں والا۔

[۲] شہادت طور، منیجر تنظیم اہل حدیث لاہور]

(سیدنا ابوبکر) فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ ظلم کرتے دیکھیں تو ان کے ہاتھ پکڑ لیں ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کو عام کر دے۔

[ترمذی، نسائی، ریاض الصالحین، رقم الحدیث: ۲۰۲۰]

### حدیث مبارک سے استنباط:

①..... ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ مسلمانوں کی زندگیوں کا جزو لا ینفک ہے کہ وہ دنیا میں خیر کو پھیلانے والے اور شر کو مٹانے والے ہیں۔ نیکیاں پھولوں کی طرح ہیں کہ اُن کی مہک سے معاشرتی زندگی پاکیزہ اور صاف ستھری رہتی ہے۔ جب کہ برائیاں غلاظت کی مانند ہیں جن سے معاشرتی زندگی میں تعفن اور بدبو پیدا ہوتی ہے جس سے معاشرے میں فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر لحاظ سے شرف بخشا ہے، وہ چاہتا ہے کہ انسانوں کی معاشرتی زندگی صاف ستھری ہو جائے، وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کریں اور اُس کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور وہ منکرات و فواحشات سے دور رہیں۔ اس طرح اُن کی دنیا بھی سنور جائے اور آخرت میں بھی دائمی کامیابی مل جائے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ [النحل: ۹۰/۱۶]

”اللہ عدل اور احسان، مروّت اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو۔“

②..... اگر ہمارے آس پاس آگ بھڑک اٹھے، اور ہم اُسے بجھانے کی کوشش نہ کریں تو نہ صرف ہمارے پڑوس کے مکانات خاکستر ہو جائیں گے بلکہ عین ممکن ہے کہ ہمارا اپنا مکان بھی اُس کی زد میں آ جائے اور پھر ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں ”کاش کہ ہم نے آگ کو بجھا دیا ہوتا۔“

\*\*\*.....\*\*\*

## ہفت روزہ الاحسان، لاہور کی اشاعت خاص



مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مہوجیانی

تاریخ علمائے اہل حدیث میں ایک گراں قدر اضافہ

### عنوانات

✽ سوانح ✽ شخصیت ✽ 60 سالہ علمی تگ و تاز ✽ صحافتی و ملی خدمات ✽ سیاسی کردار ✽ منتخب خطوط ✽ نادر تحریریں ✽ منظوم خراج عقیدت

صفحات: 1230 عمدہ جاپانی کاغذ قیمت: -/400 روپے

○ ہفت روزہ الاعتصام ۳۱ شیش محل روڈ لاہور ○ مکتبہ سلفیہ ۲ شیش محل روڈ لاہور  
○ کتاب سرائے، اردو بازار، لاہور ○ مکتبہ قدوسیہ، لاہور  
○ والی کتاب گھر، اردو بازار، گوجرانوالہ ○ مکتبہ اسلامیہ، لاہور و فیصل آباد  
○ کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار، راولپنڈی ○ قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی

ملنے کے لیے

①..... رویت ہلال کی الگ کمیٹی درست ہے یا نہیں؟

②..... تا وقت وفات رفع الیدین کا ثبوت

③..... سماع موتی کی حقیقت

## شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ خان مدنی صاحب

بسم الله الرحمن الرحيم

معزز قارئین ہفت روزہ الاعتصام لاہور، ہم شدت سے محسوس کرتے ہیں کہ بعض دفعہ اشاعت فتویٰ میں تعطل کی وجہ سے آپ کے ساتھ رابطہ میں انقطاع پیدا ہو جاتا ہے، اس کی بنیادی وجہ بیرونی دورے ہیں۔ بالخصوص دولت کویت میں وزارت شئون اسلامیہ کی نگرانی میں ایک عرصہ سے حدیث کی مشہور سات کتابوں کا سماع شروع ہے۔ مختلف ممالک اسلامیہ اور فرانس وغیرہ سے سینکڑوں خواتین و حضرات اس میں شرکت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اس سے قبل صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی کا سماع بتوفیق اللہ تعالیٰ مکمل ہو چکا ہے۔ آئندہ فروری کے اواخر میں سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ کے سماع کا پروگرام ہے۔ (ان شاء اللہ) دراصل مروّجہ انداز تدریس کا مقصود محدثین کرام کے طریقہ تحدیث کو زندہ کر کے اجازۃ الروایات کا حصول ہے جو سلسلہ واسطہ درواسطہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ اللہ رب العزت نے اس عظیم نعمت سے بالخصوص پاک و ہند کے بہت سارے علماء کو نوازا ہے جن کے اصل حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ ہیں اور بعد میں شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ ہیں۔ زمانہ دراز سے یہ سلسلہ متروک تھا دوبارہ اس میں روح پھونکنے کی سعی کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے وزارت کویت کو جو اس مادی دور میں اسلام کی سر بلندی کے لیے کوشاں ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس دورہ کے اثرات کئی ایک علاقوں میں محسوس ہونے لگے ہیں۔ سابقہ مجلس میں سعودی عرب کے معالی وزیر ترکی اور قطر کے ایک اہم عہدہ دار نے شرکت کر کے بہترین تاثرات کا اظہار فرمایا کہ ایسی مبارک مجالس کا انعقاد ہم بھی اپنے ہاں کریں گے جب کہ دولت بحرین تیاری کے مراحل میں ہے۔ واللہ ولی التوفیق..... الراقم: ثناء اللہ بن عیسیٰ خاں

**سوال:** عرصہ دراز سے پشاور کی تین اہل حدیث مساجد

①..... مرکزی جامع مسجد اہل حدیث پشاور صدر

②..... جامع مسجد اہل حدیث شاہ اسماعیل شہید کوئٹہ فیلبانان

پشاور شہر

③..... جامع مسجد اہل حدیث اندرون سرکی گیٹ پشاور شہر

مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے اعلان کے مطابق عیدین مناتی

آ رہی ہیں۔ جیسا کہ پاکستان کے دیگر مسلمانوں کے ساتھ ساتھ صوبہ سرحد کے کئی اضلاع مثلاً مانسہرہ، ڈیرہ اسماعیل خان، نوشہرہ، مردان، مالا

کنڈ ایجنسی وغیرہ کے رہائشی عامۃ المسلمین مناتے ہیں۔ جب کہ گزشتہ کچھ عرصہ سے پشاور شہر کے گرد و نواح میں چند اہل حدیث علماء مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے اعلان اور فیصلے کے خلاف ایک یا دو دن پہلے ہی عید منالیتے ہیں۔

مزید برآں ایک اخباری خبر کے مطابق ان علمائے کرام نے ضلع پشاور کی سطح پر اہل حدیث کی ایک مقامی رویت ہلال کمیٹی تشکیل دی ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ اس کمیٹی کی شرعی حیثیت ازروئے

قرآن و سنت بیان فرمائیں۔ کیوں کہ متذکرہ بالا مساجد اہل حدیث کے زیر انتظام دو عید گاہوں میں نماز عید ادا کی جاتی ہے جن میں اندازاً آٹھ سے دس ہزار افراد نماز عید ادا کرتے ہیں۔ مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر آپ سے استدعا ہے کہ جلد از جلد جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں، شکریہ۔

### اخوکم فی الدین

شیخ محمد عمران، متولی جامع مسجد اہل حدیث شاہ اسماعیل شہید کوئٹہ فیلمابان پشاور شہر۔ محمد نسیم سلفی، متولی جامع مسجد اہل حدیث اندرون سرکی گیٹ پشاور شہر

**جواب:** رویت ہلال میں مرکزی رویت ہلال کمیٹی سے اختلاف کر کے علیحدہ کمیٹی تشکیل نہیں دینی چاہیے۔ کیوں کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

الفطر یوم یفطر الناس والاضحی یوم یضحی

الناس۔ [رواہ الترمذی والحديث صحیح بطرقہ الارواء،

رقم: ۹۰۵]

”جس روز لوگ روزے پورے کر کے آخری افطار کرتے ہیں اس دن عید ہے اور عید الاضحیٰ اس روز ہے جس دن لوگ قربانیاں کرتے ہیں۔“

اس بناء پر علیحدہ کمیٹی کے وجود کو کالعدم قرار دینا چاہیے۔

**سوال:** محترم جناب شیخ الحدیث صاحب! عرض ہے کہ ہماری جماعت (اہل حدیث) کے نمازیوں کی تعداد بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ کیوں کہ ہمارے گاؤں میں تقریباً اڑھائی سو گھر آباد ہیں۔ جن میں سے صرف پندرہ بیس گھر اہل حدیث جماعت کے ہیں، اور ان میں سے صرف چند ایک نماز پڑھنے آتے ہیں اور بریلوی اور دیوبندیوں کی اکثریت ہے۔ اور بریلوی حضرات آئے دن کوئی نیا مسئلہ چھیڑ دیتے ہیں جس سے فضا مکدر ہوتی ہے اور طرح طرح کے سوال کرتے ہیں جس سے سخت ذہنی کوفت ہوتی ہے۔ بعض سوالوں کے جواب ہم اُسی وقت دے دیتے ہیں

مگر کچھ سوالوں کے جواب تحقیق اور مطالعہ سے تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ چند سوالوں کے جواب مع حدیث حوالہ صفحہ نمبر ضرور دیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور لمبی صحت والی عمر عطا فرمائے، آمین۔

ایک مولوی صاحب نے کہا ہے کہ اگر تم یہ ثابت کر دو کہ رفع الیدین پاک پیغمبر ﷺ نے ساری عمر یعنی وفات تک کیے رکھا ہے تو میں تمہیں دس ہزار روپے انعام دوں گا۔ میں نے کہا ہے کہ مجھے انعام کا لالچ مت دو۔ رہی حدیث کی بات تو وہ میں تمہیں ضرور تلاش کر کے بتاؤں گا۔ اور اُس نے کہا ہے کہ اگر کوئی مل جائے کہ رفع الیدین آپ ﷺ کی مستقل سنت ہے تو میں ضرور کیا کروں گا۔

آپ سے گزارش ہے کہ حدیث کے حوالہ سے مع صفحہ نمبر ضرور آگاہ کریں تاکہ کوئی آدمی شاید راہ ہدایت پر آجائے۔

**جواب:** عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ رُكُوعٍ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلَوَتُهُ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ تَعَالَى - [بحوالہ تلخیص الحبيب]

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب اٹھاتے سر اپنا رکوع سے اور سجدوں میں رفع یدین نہ کرتے اللہ تعالیٰ سے ملتے دم تک آپ کی نماز اسی طرح رہی (یعنی وفات تک حضور ﷺ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے رہے۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے وفات تک ساری نمازوں میں رفع یدین کی ہے۔ ہمارے شیخ محدث گوندلوی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے وفات تک ساری نمازوں میں رفع یدین کی ہے۔ ہمارے شیخ محدث گوندلوی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

”اور بعض حنفیہ کا حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما بزیادت بہیقتی فما زالت تلك صلوته حتى لقي الله (الحديث) کو موضوع کہنا اس بناء پر کہ اس میں ایک راوی عصمہ بن محمد ہے۔ اُس کو یحییٰ بن قطان نے کذاب اور دوسرا راوی عبدالرحمن بن قریش ہے۔ اُس کو ذہبی نے میزان میں وضاع کہا ہے سواؤلاً تو اس کا جواب یہ ہے کہ عصمہ بن محمد دو شخص ہیں ایک عصمہ بن محمد بن ہشام بن عروہ ہے وہ متروک الحدیث ہے۔ اس کو یحییٰ نے کذاب کہا ہے اور ابو حاتم نے یس بالقوی اور دوسرا عصمہ بن محمد بن فضالہ بن عبید الانصاری ہے۔ اس کو کسی نے کذاب وغیرہ نہیں کہا اور یہی عصمہ بن محمد انصاری راوی زیادت فما زالت تلك صلوته حتى لقي الله، الحديث رواه البيهقي کے ہیں۔

مولوی شوق نیوی حنفی نے اپنی بے علمی سے بوجہ تعصب مذہبی عصمہ بن محمد انصاری کو مجروح قرار دے کر روایت کو ضعیف و موضوع کہہ دیا ہے۔ ورنہ عصمہ بن محمد انصاری پر کسی نے جرح جو قوادح ہو نقل نہیں کی۔ اس لیے حفاظ حدیث مثل حافظ ابن حجر و حافظ زلیعی وغیرہ نے اس روایت کو معرض استدلال میں ذکر کرتے ہوئے کوئی جرح نہیں کی اور محدثین کا ایک روایت کو نقل کر کے استدلال کرنا اور اس پر جرح نہ کرنا اس کے صحت کی دلیل ہے جیسا کہ کہا مولانا محمود الحسن الدیوبندی رحمۃ اللہ علیہ استاذ الاحناف الموجدین کتب معتبرہ میں مصرح موجود ہے کہ نقل روایت کے بعد سکوت کرنا یعنی روایت پر کسی قسم کا طعن و جرح نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ ناقل کے نزدیک وہ روایت مقبول ہے ورنہ ساکت متصم بہ تقصیر ہوگا جو اکابر کی نسبت خیال باطل ہے۔ [دیکھو رسالہ احسن القری ص: ۱۳]

دیکھئے اب ہمارے مولوی اشفاق الرحمن صاحب حدیث مذکور کی صحت تسلیم کرتے ہیں یا مولانا محمود الحسن کی تکذیب کرتے ہیں۔

ثانیاً: روایت فما زالت تلك صلوته حتى لقي الله کی مؤیدات وہ روایتیں بھی ہو سکتی ہیں جن میں لفظ «اذا كان يفعل»

وغیرہ آیا ہے۔ جو جرح عبدالرحمن بن قریش پر کی گئی ہے وہ بھی درست نہیں۔ کیوں کہ سلیمانی نے متہم بالوضع کہا ہے کما فی المیزان۔ پس درحقیقت وہ وضاع نہیں ہے صرف اس پر اتہام ہے اس لیے امام خطیب بغدادی نے ان کی توصیف کی ہے۔ ”ما لفظه لا يسمع عنه الاخير“ [لسان الميزان] اور حافظ ذہبی نے حکم وضع کا نہیں لگایا یہ آپ کی خوش فہمی کا نتیجہ ہے کیوں کہ حافظ صاحب میزان میں فرماتے ہیں:

اتهمه السلیمانی بوضع الحديث  
یعنی یہ ان پر اتہام ہے درحقیقت کوئی جرح نہیں آپ نے اپنی خوش فہمی سے حافظ ذہبی پر اس کو وضاع کہنے کا الزام لگایا۔

ولنعم ما قيل:

وكم من عائب قولاً صحيحاً  
وأفتاه من الفهم السقيم  
کیوں کہ یہ روایت بطریق محدثین ضعیف و موضوع ہوتی تو بڑے بڑے حفاظ اس روایت کو ذکر کر کے سکوت نہ کرتے جب کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ ضعف کو ذکر کر کے روایت کو مجروح قرار دیتے ہیں اور مولانا عبدالرحمن صاحب نے جو ابکار لمن میں سکوت کیا ہے اس کی وجہ غالباً یہی معلوم ہوتی ہے کہ مولانا موصوف نے اس قول کو لغو اور قابل جواب نہیں سمجھا، یا مولانا نے اس پر مفصل لکھنے کا ارادہ کیا ہو اس وجہ سے اس جگہ مسامحت سے کام لیا ورنہ قول نیوی کا محض بے علمی اور ناواقفی پر مبنی ہے۔ [التحقیق الراسخ، ص: ۵۵، ۵۶]

**سوال:** بعض حضرات کہتے ہیں کہ مردے سنتے ہیں اور ہر طرح کا ثواب اُن کو پہنچتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ یہ واقعہ سناتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے بعد ابو جہل کی لاش کنویں میں پھینکوا کر باہر کھڑے ہو کر درس دیا کہ تم اگر اسلام کی مخالفت نہ کرتے تو شاید تمہارا یہ انجام نہ ہوتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے تعجب کیا کہ پیارے آقا کیا یہ آپ کی بات سن رہا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک یہ



## ضرورت رشتہ

لڑکی عمر تقریباً اکیس برس، تعلیم بی اے کے لیے  
تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔  
برادری کی قید نہیں۔ لاہور، قصور، اوکاڑہ کے رہائشی کو  
ترجیح ہوگی۔ بذریعہ خط رابطہ کریں۔

C/o محمد سلیم چنیوٹی

منیجر ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور۔

## ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور

نرخ نامہ اشتہارات فی اشاعت

- ①..... آخری صفحہ ٹائٹل 2400 روپے
- ②..... اندرون صفحہ ٹائٹل 1800 روپے
- ③..... فل صفحہ نیوز 1400 روپے
- ④..... نصف صفحہ نیوز 750 روپے
- ⑤..... چوتھائی صفحہ نیوز 400 روپے
- ⑥..... عام چھوٹے اشتہارات 300 روپے

- ✽..... "الاعتصام" میں اشتہار لگوانے اور اپنی تجارت کو فروغ دیں۔
- ✽..... اشتہار خوش خط، مختصر اور معاوضہ ہمراہ ارسال کریں۔
- ✽..... مسلسل اشاعت (کم از کم 6 ماہ) 20 فی صد خصوصی رعایت۔
- ✽..... "الاعتصام" سے تعاون آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔

رابطہ کے لیے

دفتر ہفت روزہ الاعتصام 31 شیش محل روڈ، لاہور، فون: ۰۲۲-۷۳۵۲۲۰۶

تم سے زیادہ سن رہا ہے۔ کیا یہ واقعہ درست ہے یا من گھڑت؟  
تفصیل سے اس سوال کا جواب دیں۔

**جواب:** سماع موتی کا مشارالیه قصہ صحیح بخاری مع فتح الباری (۷/۳۰۱) میں ہے لیکن یہ سماع خرق عادت تھا عام حالات میں مردے نہیں سنتے کیوں کہ مردہ بے جان کو کہتے ہیں اور بے جان میں سننے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَى﴾  
آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

هذا عند اکثر مشائخنا وهو ان الميت لا يسمع

عندهم - [فتح القدیر، کتاب الجنائز]

”یعنی ہمارے اکثر مشائخ کا یہی موقف ہے کہ میت نہیں سنتی۔“

اور کافی شرح وافی باب بیان احکام الیمین میں ہے:

والمقصود من الکلام الافہام وذا بالاستماع وذا لا  
یتحقق بعد الموت -

”یعنی مقصود کلام سے اپنا مافی الضمیر بتلانا سمجھانا ہے اور یہ سننے سے ہی ہوتا ہے جب کہ مرنے کے بعد سننا نہ ثابت اور نہ ممکن۔“  
موت کے بعد میت کے لیے دعا اور صدقہ یقیناً مفید ہے لیکن  
دعا اور صدقہ کے لیے شرعاً کوئی وقت مقرر نہیں۔ ہمارے شیخ محدث  
روپڑی رحمہ اللہ کی کتاب سماع اس موضوع پر انتہائی مفید ہے۔

✽✽✽.....✽✽✽

## ضرورت استاد

مدرسہ دارالسلام المسجد الربانی حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑہ میں شعبہ  
حفظ القرآن کے لیے ایک بہترین استاد قاری قرآن کی ضرورت  
ہے۔ خواہش مند حضرات رجوع فرمائیں۔ معقول تنخواہ کے ساتھ  
رہائش کی سہولت ہوگی۔ قاری صاحب کا شادی شدہ ہونا ضروری ہے۔

[مولانا ابراہیم خلیل، ناظم مدرسہ دارالسلام حجرہ شاہ مقیم (اوکاڑہ)]

# محرم الحرام..... عزت و حرمت کا مہینہ

مولانا عبدالرحمن عزیز، الہ آبادی

”هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ أَنْجَى اللَّهُ مُوسَى وَقَوْمَهُ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ فَصَامَهُ مُوسَى شُكْرًا فَتَحْنُ نَصُومُهُ۔“

”یہ بہت بڑی عظمت کا دن ہے اللہ عزوجل نے اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو (فرعونوں سے) نجات دی۔ فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکر کے روزہ رکھا ہم ان کی اقتدا کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔“

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ فَصَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ۔“

[صحیح البخاری: ۲۰۰۴ - مسلم: ۱۱۳۰ / ۱۲۷]

”ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے قریب ہیں پھر آپ ﷺ نے روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔“

اس کے ساتھ نویں محرم یا گیارہویں محرم کا بھی روزہ رکھنا چاہیے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہود و نصاریٰ اس دن کی بڑی تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتَّى تُؤْفَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔“ [صحیح مسلم، کتاب

کتاب و سنت سے عدم واقفیت کی بنا پر بعض احباب کے اذہان میں یہ بات راسخ ہو چکی ہے کہ محرم الحرام شہادتِ حسین کی وجہ سے مقدس اور محترم ہے۔ لیکن یہ بات درست نہیں کیوں کہ جس دن سے اللہ عزوجل نے زمین و آسمان کی تخلیق فرمائی اس دن سے مہینوں کی تعداد بارہ مقرر فرمائی۔ جن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ ...﴾ [التوبة: ۳۶]

ان چار مہینوں میں سے ایک مہینہ محرم الحرام بھی ہے جس سے سن ہجری کا آغاز ہوتا ہے اور کتاب و سنت میں اس ماہ کو عزت و حرمت کا مہینہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس ماہ کی فضیلت اس بات سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرُ اللَّهِ الْمُحَرَّمِ۔“ [مسلم: ۱۱۶۳ / ۲۰۲]

”رمضان المبارک کے روزوں کے بعد افضل ترین روزے محرم کے ہیں۔“ اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ رمضان المبارک کے روزوں کے بعد افضل روزے کون سے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے روزوں کے بعد افضل ترین روزے محرم کے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود عاشوراء کا روزہ رکھے ہوئے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ کون سا دن ہے جس کا تم روزہ رکھے ہوئے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا:

الصيام، باب صوم عاشورا: ۱۳۳/۱۱۳۴]

”ان شاء اللہ ہم آئندہ سال نو محرم کا بھی روزہ رکھیں گے  
آئندہ سال آنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔“  
پھر عاشوراء کے روزہ کے اجر و ثواب سے بھی محرم کی عزت  
وفضیلت عیاں ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”صِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ  
السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ -“ [صحیح مسلم: ۱۹۶/۱۱۶۲]

”یوم عاشوراء کا روزہ، میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ اس  
روزہ دار کے گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔“

اور حضرت ابوقتاہہ انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ  
سے یوم عاشوراء کے روزہ سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ  
نے فرمایا:

”يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ -“ [مسلم: ۱۹۷/۱۱۶۲]

لیکن صد حیف ..... کہ اتنی فضیلت، عزت، اور حرمت والے  
مہینے (محرم الحرام) کو مجالس عزاء، نوحہ و ماتم، سیاہ کپڑوں، اور زنجیر زنی  
کی نظر کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قارئین محترم! ہمارے علم و عقیدہ کے مطابق حضرت حسین بن  
علی رضی اللہ عنہما مسلمانوں کے سردار سبط رسول ﷺ، جگر گوشہ بتول رضی اللہ عنہا اور  
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔ عبادت، سخاوت،  
اور شجاعت جیسے اوصاف سے متصف تھے۔ ان کی شہادت ایک عظیم  
سانحہ ہے، ان کے اعزہ و اقارب اور معصوم بچوں کے ناحق خون سے  
اپنے ہاتھ رنگین کرنے والے بلاشبہ ظالم ہیں، اس واقعہ فاجعہ پر جتنا  
بھی غم و اندوہ کا اظہار کیا جائے بہت کم ہے۔ لیکن جس انداز سے مروجہ  
غم و اندوہ کا اظہار کیا جا رہا ہے اس سے بناوٹ اور تصنع کا پہلو اجاگر  
ہوتا ہے جو صاحب شریعت، ان کے جانوروں کے علاوہ ائمہ اہل بیت  
کے نزدیک بھی مستحسن نہیں۔ اس ضمن میں علی الترتیب اختصاراً چند سطور  
پیش خدمت ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے غم و اندوہ کی حدود کو اس طرح متعین

فرمایا کہ

”مَا كَانَ مِنَ الْقَلْبِ وَالْعَيْنِ فَمِنْ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ  
الْيَدِ وَاللِّسَانِ فَمِنْ الشَّيْطَانِ -“

”یعنی غم و اندوہ کا اظہار دل کی پریشانی اور آنکھ کے آنسوؤں  
سے جائز ہے لیکن ہاتھ کی حرکت اور زبان کی آہ فغانی کارِ  
شیطان میں شامل ہے۔“

اور دوسرے مقام پر اس کی وضاحت یوں بیان فرمائی کہ  
”لَيْسَ مِنْهُ مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا  
بِدَعْوَةِ الْجَاهِلِيَّةِ -“

[صحیح بخاری، کتاب الجنائز: ۱۲۹۷]

”جو شخص مصیبت میں رخسار پیٹے، کپڑے پھاڑے اور دور  
جاہلیت کے بول بولے۔ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔“

بلکہ ان فرامین کی روشنی میں اپنے اسوہ حسنہ کو بھی کائنات کے  
سامنے رکھا آپ ﷺ کے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو  
آپ ﷺ نے غم و اندوہ کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

”إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا  
يَرْضَى رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمَ لَمَحْزُونُونَ -“

[صحیح بخاری، کتاب الجنائز: ۱۳۰۳۔ مسلم: ۶۲/۲۳۱۵]

”آنکھ آنسوؤں سے تر ہے اور دل حزن و ملال سے بھرپور  
ہے لیکن زبان پر وہی کلمہ آئے گا جو رضائے الہی کا موجب  
ہو۔ اے ابراہیم تیری جدائی انتہائی غم ناک ہے۔“

نیز رسول اللہ ﷺ نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بائیں  
الفاظ وصیت کی تھی:

”اے فاطمہ! جب میری وفات ہو جائے تو اپنا چہرہ نہ پیٹنا،  
بال نہ کھولنا، بالوں کو نہ نوچنا، نوحہ و ماتم نہ خود کرنا اور نہ نوحہ  
گروں کو ہی بلانا، آہ و فغاں قطعاً نہ کرنا، صبر کرنا اور گریہ  
وزاری مت کرنا۔“ [ترجمہ از حیات القلوب و جلاء العیون]

چنانچہ اس باب میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے فرامین مقدسہ اس قدر ہیں کہ یہاں ان تمام کی تحریر کی گنجائش نہیں۔

شیعہ کتب میں بھی اس باب سے متعلق واضح ثبوت ہیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر فرمایا تھا۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ آپ ﷺ کی وفات سے وہ برکات ختم ہو گئیں جو کسی غیر کی وفات سے ختم نہ ہو سکتی تھیں۔ آپ ﷺ سے نبوت بھی ختم ہو گئی اور آسمانی خبریں بھی ختم ہو گئیں۔

”لَوْ لَا اَنَّكَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَا نَفَعْنَا عَلَيْكَ مَاءُ الشُّوْنِ“ [نہج البلاغہ مطبوعہ

تبریز، ص: ۲۰۵، مطبوعہ مصر، ج: ۳، ص: ۲۵۶]

”اگر آپ ﷺ نے صبر کی تلقین نہ کی ہوتی اور جزع و فزع سے منع کیا ہوتا تو ہم اپنی آنکھوں کا پانی رو رو کر ختم کر دیتے۔“ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

”وَعَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ فَإِنَّ الصَّبْرَ مِنَ الْإِيمَانِ كَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَلَا خَيْرَ فِي جَسَدٍ لَا رَأْسَ مَعَهُ وَلَا فِي إِيْمَانٍ لَا صَبْرَ مَعَهُ“ [فروع کافی کتاب الایمان

والکفر باب الصبر، ونہج البلاغہ، ج: ۳، ص: ۱۶۸]

”صبر اختیار کرو، کیوں کہ صبر کا تعلق ایمان کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا کہ سر کا تعلق جسم کے ساتھ ہے جس طرح مرجانے کے بعد بدن بیکار ہو جاتا ہے اسی طرح بے صبری سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔“

اور اصول کافی میں ہے:

”لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا صَبْرَ لَهُ“ [ص: ۴۱۰]

”جس کا صبر نہیں اس کا ایمان نہیں۔“

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی آخری وصیت کے الفاظ یہ ہیں: ”میں آپ سب کو وصیت کرتا ہوں کہ جب میں شہید ہو جاؤں تو میرے غم میں گر بیان نہ پھاڑنا، منہ پر طمانچہ نہ مارنا، اور نہ ہی سینہ کو بلی کرنا۔“

[ذخیر عظیم، ص: ۲۲۸، اعلام الوری باعلام الہدی، مطبوعہ ایران، ص: ۲۳۶]

اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی آیت

﴿وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ﴾ [الممتحنہ: ۱۲]

کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں کہ معروف یہ ہے وہ عورتیں اپنے کپڑوں کو میت پر نہ پھاڑیں، نہ اپنے چہرے کو پیٹیں، نہ واہلا کریں، نہ میت کے پیچھے قبر تک جائیں، نہ کپڑے کالے کریں، اور نہ اپنے بالوں کو بکھیریں۔ [فروع کافی، ج: ۲، ص: ۲۲۸]

اور زیر آیت مذکورہ تفسیر مرقی میں ہے:

”وَلَا تَلَطَّمَنَّ خَدَّكَ وَلَا تُحْمِسَنَّ وَجْهَكَ وَلَا تُنْفِتَنَّ شَعْرًا وَلَا تُخْرِقَنَّ جَبِيْنًا وَلَا تَسْوِدَنَّ ثَوْبًا وَلَا تَدْعُوَنَّ بِالْوَيْلِ وَالْثُبُورِ“

”کسی کی موت پر رخسار نہ پیٹو، نہ چہرہ نوچو، نہ بال اکھاڑو، نہ کپڑے پھاڑو، نہ کپڑے سیاہ کرو، اور نہ ہی بین اور ہائے وائے کرو۔“

اور فروع کافی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی بیوی کا کہا مانے گا اللہ کریم اسے الٹا کر کے جہنم میں ڈالے گا، حاضرین نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کس معاملے میں بیوی کا کہا ماننے پر یہ سزا دی جائے گی۔ فرمایا:

”أَنْ تَطْلُبَ الذَّهَابَ إِلَى الْعُرُسَاتِ وَالنِّسَاحَةِ وَالنِّسَابِ الرَّفَاقِي“ [فروع کافی مطبوعہ نولکشور،

ص: ۲۲۳، جلد دوم]

”جو شخص اپنی بیوی کو عرسوں، اور ماتمی مجالس میں جاتے اور باریک کپڑے پہننے کی اجازت دیتا ہے یہ سزا اس شخص کے لیے ہے۔“

امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے نوحہ کی مجلس قائم کی، بال بکھیرے، چہرے اور سینے کو پیٹا، وہ صبر کو چھوڑ کر غیر اسلامی راہ پر چل پڑا ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ مذمت ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے اعمال ضائع کر دیتا ہے۔

[فروع کافی مطبوعہ نولکشور، ص: ۱۲۱، جلد دوم]

## لٹریچر کی تقسیم

پیارے والدین مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لیے رسالہ ”الصلوة نور“ ۳۲ صفحات، خوب صورت ٹائٹل، ڈاک خرچہ کے لیے صرف چار روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کریں۔ پتا خوشخط بمع پوسٹ کوڈ تحریر فرمائیں۔

[عبدالرحمن عزیز، الہ آبادی۔ ادارہ امر بالمعروف حسین خانوالہ 8

براستہ پتو کی (قصور) Pc55301]

## جامعہ دارالحدیث محمدیہ ملتان کا اعزاز

جامعہ دارالحدیث محمدیہ ملتان درجہ عالیہ کے ہونہار طالب علم محمد عمران ولد غلام سرور نے وفاق المدارس السلفیہ پاکستان، کے سالانہ امتحانات منعقدہ ۱۴۲۸ھ میں ۹۰۰ سے ۹۱۷ نمبر حاصل کر کے پورے وفاق میں اول پوزیشن حاصل کی اور نیاریکارڈ قائم کیا ہے۔ ہم طالب علم موصوف کو مبارک باد کے ساتھ ساتھ مزید محنت کی تلقین کرتے ہیں۔

[انتظامیہ: جامعہ دارالحدیث محمدیہ

عام خاص باغ دولت گیٹ، ملتان: 061-4546998]

## الاعتصام

ایک علمی، اصلاحی اور دعوتی جریدہ ہے، اس کے فروغ اور توسیع اشاعت میں بھرپور حصہ لیں۔ اس سے مالی تعاون کرنا آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔ [ادارہ]

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ  
”نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّيَاحَةِ وَالْإِسْتِمَاعِ إِلَيْهَا۔“

”نبی کریم ﷺ نے نوحہ کرنے اور نوحہ سننے سے منع فرمایا۔“

[من لا يحضره الفقيه]

اور حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ  
”لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّايِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ۔“ [ابوداؤد: ۳۱۲۸ کتاب الجنائز]  
”رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی پر لعنت فرمائی۔“

اور قبر کی شبیہ سے متعلق شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ  
”قَالَ الصَّادِقُ كُلُّ مَا جُعِلَ عَلَى الْقَبْرِ مِنْ غَيْرِ تُرَابِ الْقَبْرِ فَهُوَ ثَقُلَ عَلَى الْمَيِّتِ۔“  
قبر پر، قبر کی اصل مٹی کے علاوہ بنائی گئی ہر چیز صاحب قبر پر بوجھ ہوتی ہے۔“ [من لا يحضره الفقيه، ص: ۴۹]  
اور مذکورہ کتاب کے ص: ۵۰ پر یہ روایت بھی موجود ہے:  
”مَنْ جَدَّدَ قَبْرًا أَوْ مَثَلَ مَثَالًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْإِسْلَامِ۔“  
”جس نے قبر کو نیا بنایا، یا اس کا نمونہ بنایا بلاشبہ وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔“

اور سیاہ لباس کے متعلق امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ  
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو تعلیم دی کہ سیاہ لباس نہ پہنوں کیوں کہ یہ فرعونوں کا لباس ہے۔

[من لا يحضره الفقيه، ص: ۸۱]

اللہ کریم عزوجل کے حضور دعا ہے کہ وہ ہمیں کتاب و سنت اور ائمہ اہل بیت کے فرامین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔



# صحیحین میں غنائے جاریتین کی روایت

اہل اشراق کے جواب کا جائزہ

ابوالبدر ارشاد الحق اثری، فیصل آباد

حماد بن اسامہ کا تفرد:

ابو اسامہ حماد بن اسامہ اور اس کے تفرد کے حوالے سے مزید ہم نے عرض کیا تھا کہ ابو اسامہ، ہشام بن عروہ کے خاص تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں حتیٰ کہ امام احمد نے فرمایا ہے ہشام سے روایت کرنے میں ابو اسامہ سے بہتر اور کوئی راوی نہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ ”ابو اسامہ تو ابو عاصم الضحاك بن مخلد، جنہیں ثقہ وثبت کہا گیا ہے، جیسے سو (۱۰۰) راوی ہوں ان سے بھی ثبت ہیں۔ ابو اسامہ ضابط تھے اور صحیح الکتاب تھے۔“ ان کے انہی اوصاف و مراتب کی بنا پر امام بخاری اور امام مسلم نے بلکہ تمام محدثین نے ان پر اعتماد کیا ہے اور ان کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ مزید عرض ہے کہ امام بخاری نے کتاب فرض الخمس، باب برکۃ الغازی فی مالہ (رقم: ۳۱۲۹) میں ابو اسامہ، ہشام بن عروہ عن ایسہ کی سند سے ہی حضرت زبیر کے ترکہ و وراثت کے بارے میں ایک طویل روایت بیان کی ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ

”لم أر هذا الحديث بتمامه إلا من طريق أبي

اسامة -“ [فتح الباری، ج: ۶، ص: ۲۲۹]

”میں نے یہ تمام روایت ابو اسامہ کے علاوہ کسی اور سند سے نہیں دیکھی۔“

گویا اس تفصیلی اسلوب میں بیان کرنے والے ابو اسامہ منفرد ہیں۔ مگر اس کے باوجود یہ روایت الجامع الصحیح میں جگہ پاتی ہے اور محدثین اسے صحیح قرار دیتے ہیں۔ بلکہ امام احمد نے اس مکمل روایت کی ان الفاظ میں تحسین کی ہے: ”ما أحسن ما جاء بذلك

الحديث وأتمه“ کہ یہ کس قدر اچھی اور مکمل روایت ہے۔

[شرح العلل لابن رجب، ج: ۱، ص: ۶۸۹]

اگر ابو اسامہ کی ہشام سے روایات یا اس کی منفرد روایات میں کلام ہوتا تو محدثین کرام اس کی اس نوعیت کی احادیث کی تصحیح و تحسین نہ کرتے۔ مگر اہل اشراق نے ہماری اس اصولی بات کو تو قابل اعتنا نہیں سمجھا البتہ اسی حوالے سے مزید ہم نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ ”ابو اسامہ مطبوعہ کتابوں میں تنہا نظر آتے ہیں، احادیث تو محفوظ ہیں مگر ان کے تمام طرق محفوظ نہیں۔“ اس کے بارے میں اہل اشراق نے فرمایا ہے کہ ”یہ نکتہ فی نفسہ ایک معقول نکتہ ہے ہم بھی اس امکان اور احتمال کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن علم و تحقیق کی دنیا میں فیصلہ امکانات اور احتمالات کی بنیاد پر نہیں، بلکہ موجود اور میسر شواہد کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔“ [اشراق، ص: ۵۵]

کیا صحیح بخاری میں کوئی منقطع روایت ہے؟

قابل غور بات یہ ہے کہ یہ نکتہ معقول تسلیم کر لینے کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ اصحاب الصحاح اور بالخصوص صحیحین کے بارے میں اہل علم نے یہ نکتہ تسلیم کیا ہے یا بس ”موجود اور میسر شواہد“ پر ہی بنیاد رکھی ہے۔ صحیحین میں مدلسین کے حوالے سے جمہور علماء کا موقف بلکہ بعض کا اسے اتفاقی اور اجماعی مسئلہ قرار دینا کہ صحیحین میں مدلسین کی معنعن روایت محمول علی السماع ہے۔ کیا اسی معقول نکتہ کی بنا پر نہیں؟ علامہ قسطلانی نے فرمایا ہے:

”وما فيهما من حديثهم بالنعنة ونحوها محمول

على ثبوت السماع عند المخرج من وجه آخر

”ولم نطلع عليه تحسینا للظن بصاحبی الصحيح۔“  
 ”اور صحیح بخاری اور مسلم میں جو ان کی معین احادیث ہیں وہ اس پر محمول ہیں کہ ان کے نزدیک دوسری اسانید میں ان کا سماع ثابت ہے اگرچہ ہم ان کے سماع پر مطلع نہیں ہوئے۔  
 ہم امام بخاری اور مسلم پر حسن ظن رکھتے ہوئے یہی بات کہتے ہیں۔“ [ارشاد الساری، ج: ۱، ص: ۹]

بعض متاخرین حضرات نے جو اسے محض حسن ظن پر محمول کیا ہے اور فرمایا ہے کہ صحیحین میں مدلسین کی بعض ایسی روایات بھی ہیں جن میں تصریح سماع نہیں ملتی، ہم عرض کر چکے ہیں کہ متاخرین کے ایسے قول کا نہیں بلکہ اعتبار متقدمین کے قول کا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری کے مقدمہ (ص: ۳۸۵) میں بڑی متضاد سی بات کہہ دی ہے کہ ”جن راویوں سے امام بخاری نے روایت لی ہے ان کی کڑی شرط کی بنا پر ان کی روایات میں دعویٰ انقطاع مدفوع ہے۔ اس کے باوجود مدلس کی جو روایات ”عن“ سے ہیں ان کے طرق کی تحقیق کی جائے گی، اگر ان میں سماع کی تصریح مل جائے تو انقطاع کا اعتراض دور ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔“

اگر امام بخاری کی شرط کی بنا پر دعویٰ انقطاع مدفوع ہے تو تالیس یا ارسال کے دعویٰ کی صورت میں تصریح سماع کا فقدان انہی شرط کی بنا پر مندرج کیوں نہیں؟ اگر ان کی اس بات کو تسلیم کر لیں جیسا کہ بعض دیگر حضرات نے بھی ایسی روایات کے بارے میں عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے تو یہ زیادہ سے زیادہ انہی روایات کے بارے میں ہے جو شواہد ومتابعات کے درجہ میں ہیں نہ کہ ان روایات کے بارے میں جو اصول میں ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ہی رقم طراز ہیں:

”لیست الأحادیث التي في الصحيحين بالعننة عن المدلسين كلها في الاحتجاج، فيحمل كلامهم هنا على ما كان منها في الاحتجاج فقط أما ما كان في المتابعات فيحتمل ان يكون حصل التسامح في تخريجها كغيرها۔“

”صحیحین میں مدلسین کی معین تمام روایات درجہ احتجاج میں نہیں ہیں۔ (جنہوں نے انہیں محمول علی السماع کیا ہے علامہ ابن الصلاح اور نووی وغیرہ) ان کا کلام یہاں انہی روایات کے بارے میں ہے جن سے احتجاج ہوا ہے۔ رہی وہ روایات جو متابعات میں ہیں تو ان میں دوسری روایات کی طرح تسامح کا احتمال ہے۔“ [النکت، ج: ۲، ص: ۶۳۶]

اس سے یہ بات نصف النہار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امام بخاری کی وسعت معلومات اور ان کی کڑی شرائط کی بنا پر جمہور اہل علم نے ان پر اعتماد کیا ہے۔ اور ظاہراً انقطاع کو صحیح بخاری میں تسلیم نہیں کیا۔ بالخصوص وہ روایات جو اصول میں اور استدلال کے طور پر امام بخاری نے ذکر کی ہیں۔ ان پر اس قسم کے اعتراض کو قابل اعتنا تسلیم نہیں کیا۔ جس طرح کسی ایسے راوی کو جسے مجہول قرار دیا گیا ہے اور امام بخاری نے الجامع الصحیح میں اس سے روایت لی ہے۔ تو ایسے راوی کو ثقہ تسلیم کیا گیا ہے اور اس کی جہالت کے ارتقاع کے لیے یہی کافی سمجھا گیا ہے کہ الجامع الصحیح میں اس کی روایت ہے۔

[ملاحظہ ہو مقدمہ فتح الباری، ص: ۳۸۴ الموقظة، ص: ۳۰۶]  
 بالکل اسی طرح روایت پر انقطاع یا نکارت وغیرہ کا الزام بھی قابل اعتبار نہیں بلکہ اسے متصل اور صحیح تسلیم کیا جائے گا۔ بالخصوص جب کہ اس قسم کا اعتراض کسی متاخر سے منقول ہو۔ ہماری اس وضاحت سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ جمہور ائمہ سلف نے یہ نکتہ قبول کیا ہے اور امام بخاری کی جلالت قدر اور وسعت معلومات کا اعتراف کرتے ہوئے صحیح بخاری کی روایات بالخصوص وہ احادیث جنہیں امام صاحب نے اصول میں ذکر کیا ہے اور ان سے استدلال کیا ہے، کو متصل اور صحیح تسلیم کیا ہے۔ اہل اشراف اگر اس سے متفق نہیں تو اس میں ہمیں کوئی تعجب نہیں، انھوں نے تو بہت سے مسائل میں سلف کے اجماعی موقف سے انحراف کیا ہے جیسا کہ اس سے پہلے ہم اس کی نشان دہی کر چکے ہیں۔

علامہ کشمیری کی عبارت اور اس کا مفہوم:

ہم عرض کر چکے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ سے لے کر ہنوز تمام

اہل علم ابواسامہ عن ہشام کی بیان کردہ اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے رہے ہیں، مگر اہل اشراق اپنے مخصوص نظریات کی بنا پر ان سے متفق نہیں۔ اسی ضمن میں علامہ کشمیری کے حوالے سے ہم نے ذکر کیا تھا کہ تصحیح و تضعیف کے مسئلہ میں متقدمین محدثین کا فیصلہ ہی قابل اعتبار ہے۔ مگر ہماری یہ بات بھی اہل اشراق کو ناگوار گزری اور اس کے بارے میں یحییٰ بن خنن سازی فرمائی گئی کہ ”علامہ کشمیری رحمہ اللہ کا موقف راوی کی عدالت اور کردار یا اس کی ضبط و اتقان کے بارے میں حکم لگانے اور اس کی بنیاد پر راویوں کے تصرف اور وہم کی نشان دہی کے بارے میں نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ کشمیری نے واقعہ افک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے والوں میں جو حضرت حسان بن ثابت کا نام صحیح بخاری [رقم: ۴۱۴۱] میں ہے اسے فیض الباری میں خلاف تحقیق قرار دیا ہے۔“ [ملخصاً، اشراق، ص: ۵۰۱، ۵۰۲]

پہلے تو یہ دیکھئے کہ کیا فی الواقع علامہ کشمیری نے روایات کے بارے میں متقدمین محدثین کرام کے فیصلے کی جو تحسین فرمائی ہے اس کا تعلق صرف راوی کی عدالت، اس کے ضبط و اتقان ہی سے متعلق ہے یا اس کا تعلق راوی کے تصرف اور وہم سے بھی ہے۔ چنانچہ علامہ کشمیری کی جو عبارت ہم نے فیض الباری [ج: ۲، ص: ۴۱۴] کے حوالے سے نقل کی ہے اس سے بعد کی عبارت کی مراجعت اگر اہل اشراق نے کر لی ہوتی تو یقیناً یہ بات اپنی دیدہ وری کے باوجود نہ کہتے۔ علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے الفاظ ہیں:

”وحيث إن وجدت النووي مثلاً يتكلم في الحديث والترمذي يحسنه، فعليك بما ذهب إليه الترمذي، ولم يحسن الحافظ في عدم قبول تحسين الترمذي، فإن بناء على القواعد لا غير، وحكم الترمذي يبنى على الذوق والوجدان الصحيح وان هذا هو العلم وإنما الضوابط عصا الأعمى۔“ [فيض الباری، ج: ۴، ص: ۴۱۵]

اس لیے اگر تم دیکھو کہ مثلاً علامہ نووی نے حدیث میں کلام کیا ہے اور امام ترمذی اس کی تحسین کرتے ہیں تو آپ وہ موقف

اختیار کریں جو امام ترمذی نے اختیار کیا ہے۔ حافظ نے امام ترمذی کی تحسین کو قبول نہ کر کے اچھا نہیں کیا۔ حافظ کی بنیاد تو بس قواعد ہیں اور امام ترمذی کا حکم صحیح وجدان اور ذوق پر مبنی ہے اور یہی اصل علم ہے قواعد تو اندھے کے لیے لٹھی کی مانند ہیں۔“ غور فرمائیے راویوں کی عدالت اور حفظ و ضبط کے قواعد کے علاوہ صحیح وجدان اور ذوق کیا ہے؟ جس کی اہمیت کے پیش نظر علامہ کشمیری متقدمین کے فیصلے کو اولیت دیتے ہیں۔ راویوں کا وہم اور تصرف بھی اس میں شامل ہے یا نہیں؟ ہمارے نزدیک تو یہ بات بھی اہل اشراق کے غرور علم کی دلیل ہے کہ یہ سمجھا جائے ائمہ متقدمین راویوں کی عدالت، ان کے حفظ و ضبط کی لطافتوں سے تو واقف تھے مگر ان کے تصرفات اور اوہام پر وہ مطلع نہیں ہوئے، اس کی اطلاع ماشاء اللہ اہل اشراق کے عالی دماغ رکال رہی کر سکے۔ بتلایئے اس فکر کو خود سری اور علمی غرور نہ سمجھا جائے تو اور کیا سمجھا جائے۔

رہی یہ بات کہ علامہ کشمیری نے بخاری [رقم: ۴۱۴۱] کی حدیث، جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، کو خلاف تحقیق قرار دیا ہے۔ تو ہم یہاں اس حوالے سے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کیا فی الواقع تہمت لگانے والوں میں تھے یا نہیں؟ اس بحث کی تفصیل سے قطع نظر اہل اشراق سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا علامہ کشمیری نے اس روایت کے کسی راوی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو تہمت تراشنے والوں میں شمار کرنے میں غلطی کی ہے۔ اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو بحث مانحن فیہ میں بطور تمثیل اس کا ذکر کرنا کیوں کر درست ہے؟ دعویٰ تو یہ ہے کہ راویوں کے عادل اور ضابط ہونے اور سند کے لحاظ سے بظاہر صحیح دکھائی دینے کے باوجود روایت راویوں کے تصرفات سے محفوظ نہیں ہوتی۔ اور متقدمین بسا اوقات ایسے تصرفات پر مطلع نہیں ہوتے۔ علامہ کشمیری نے جب راوی کے ایسے کسی تصرف کا ذکر نہیں کیا تو اسے اپنے موقف کی تائید میں پیش کرنے میں کون سی معقولیت ہے؟ اپنی تحقیق و مطالعہ کی روشنی میں روایت میں بیان شدہ بات کی مخالفت اور روایت میں راوی کا تصرف و علیحدہ موضوع ہیں مگر اہل اشراق اس



فرق کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے غلط بحث کا شکار ہیں۔

علامہ کشمیری نے بخاری کی اس روایت کو کسی راوی کے تصرف کی بنا پر قطعاً ضعیف قرار نہیں دیا بلکہ وہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اپنے بیان، جو اشعار میں انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدح میں کہے تھے، کو رائج اور زیادہ معتبر قرار دیا ہے۔ یعنی یہاں مسئلہ ان کے نزدیک گویا رائج مرجوح کا ہے، ضعف و صحت کا نہیں جیسا کہ کج بحثی میں اہل اشراق نے سمجھا ہے۔

جہاں تک علامہ کشمیری مرحوم کے موقف کا تعلق ہے تو اس کے صحیح یا غلط ہونے کی تفصیل یہاں مطلوب نہیں ورنہ ہم عرض کرتے کہ انھوں نے یہاں دیگر تمام شارحین سے ہٹ کر جو موقف اپنایا ہے وہ حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس بحث کے ضمن میں انھوں نے مزید ایسی باتیں کہیں ہیں جو قطعاً غلط اور حقیقت کے بالکل برعکس ہیں۔ مگر یہ ساری تفصیل ہمارا موضوع نہیں۔ ہم نے صرف اتنا عرض کرنا تھا کہ انھوں نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا تعلق تصرف راوی سے اور صحت و ضعف کے حوالے سے قطعاً نہیں۔

### احادیث صحیحین:

ہم نے یہ بات بھی عرض کی کہ صحیحین کی صحت پر اتفاق ہے۔ البتہ جن چند روایات پر بعض محدثین نے تنقید کی ہے وہ اس اتفاق سے خارج ہیں اور یہ تنقید بھی اکثر و بیشتر فنی نوعیت کی ہے اور رائج مرجوح کی حیثیت سے ہے صحت و ضعف کے اعتبار سے نہیں۔ دور تدوین حدیث میں صحیحین کی احادیث کو پرکھا گیا۔ ان کی ایک ایک سند کو، سند کے ہر ہر راوی کو پرکھا گیا۔ اس کے متن کا جائزہ لیا گیا پھر کہیں جا کر ائمہ کرام کی یہ رائے سامنے آئی کہ صحیحین کی صحت پر اتفاق ہے۔ فنی نقطہ نظر سے جو اعتراضات تھے ان کے جوابات دے کر صحیحین کی اس پوزیشن کو تسلیم کیا گیا۔ متون کے لحاظ سے جو کلام تھا اس کا بھی ازالہ کیا گیا۔ دور تدوین کے بعد بھی اعتقادی یا مذہبی جمود کی بنا پر، یا عقلی واستقرائی بنیادوں پر جو اعتراضات ہوئے اہل علم نے ترکی بہ ترکی ان کے بھی جوابات دیئے، جس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔ بلکہ آخری دور

میں ”نیچر، قانونِ فطرت“ اور ”ارتقاء“ کی بنیاد پر جنھوں نے حرف گیری کی انھوں نے بھی منہ کی کھائی اور اہل علم نے دودھ کا دودھ، پانی کا پانی کر دکھایا۔ شکر اللہ سعيہم

اہل علم نے تعمیری تنقید کا ہر دور میں خیر مقدم کیا۔ کیوں کہ بحث و تحقیق سے فن میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور بہت سے مسائل کی تفتیح ہو جاتی ہے۔ مگر دور تدوین کے بعد کی تنقید بالعموم فن حدیث کی حیثیت سے نہیں بلکہ اعتقادی و فکری اختلاف و انحراف کی بنا پر ہے۔ یہ لوگ پہلے ایک نظریہ طے کرتے ہیں یا کسی ”عصری تحقیق“ سے متاثر ہوتے ہیں اور کوئی صحیح حدیث اس کے خلاف دیکھتے ہیں تو اس پر اپنی تنقید کے تمام نشتر چلاتے ہیں۔ حدیث کی تحقیق و تفتیح کے لیے محدثین نے جو اصول بنائے کبھی ان کا سہارا لیتے ہیں، کبھی حسب حال صحت کا ایک معیار بنا لیتے ہیں اور اس پر صحیح احادیث کو مشق ستم بناتے ہیں۔ یہی حال عصر حاضر میں اہل اشراق کا ہے۔

اسی بحث میں دیکھئے، اولاً: تو اہل اشراق کے ”مرشد کامل“ نے اپنی تمام تر علمی ترانیوں کے ”ولیتنا بمغنیبتین“ کی حدیث کو ذکر ہی نہیں کیا جو ان کی ذکر کردہ روایت نمبر ۹۴۹ کے صرف دو روایت بعد (۹۵۲) ہے۔

ثانیاً: ہم نے اس روایت کی طرف توجہ دلائی تو اہل اشراق اسے ضعیف اور ناقابل اعتبار قرار دینے کے لیے لنگر لنگوٹ کس کر میدان میں اتر آئے۔ کیوں کہ یہ ان کے موقف کے خلاف ہے اور ان کے سارے تانے بانے کو تار تار کر دیتی ہے۔

ثالثاً: اس حوالے سے ان کے ایرادات بارہ کا ایک، ایک کر کے جواب دیا گیا اور یہ بھی عرض کیا گیا کہ یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے جن کی صحت پر اہل علم کا اتفاق ہے اور اہل اشراق کے علاوہ آج تک کسی نے اسے ضعیف قرار نہیں دیا۔ مگر ان کی وہی رٹ کہ مرغ کی ایک ہی ٹانگ۔

رابعاً: جس اصول کے سہارے انھوں نے یہ موقف اپنایا، اس کی تنقید کے بعد محدثین رحمہم اللہ کے اصول پر ہی اس روایت کی صحت بیان کر دی گئی۔ اس سے بھی ان کی تشفی نہ ہو سکی۔

خامساً: ہم نے عرض کیا کہ ”احادیث تو محفوظ ہیں مگر ان کے

تمام طرق محفوظ نہیں۔“ اسے ”ایک معقول نکتہ“ [الاشراق، ص: ۵۵] تسلیم کر لینے کے باوجود وہ اس سے متفق نہیں، کیوں؟ اس کا جواب ظاہر ہے جس کی وضاحت ہم اس مضمون میں کر چکے ہیں۔

سادساً: اسی بات کو ایک اور اسلوب میں ہم نے دہرایا کہ متقدمین کی نگاہوں میں ذخیرہ احادیث تھا۔ ایک ایک روایت کی متعدد اسانید انہیں از برتھیں اور یوں لاکھوں احادیث کے وہ حافظ تھے۔ اس کے برعکس چند مطبوعہ کتابوں کی ورق گردانی سے ان سابقین محدثین کے فیصلے کے خلاف فیصلہ دینا خود سری ہے۔ تو جواباً ارشاد ہوتا ہے کہ یہ موقف تو ”ایک خاص زاویہ نگاہ کا ترجمان ہے جو ہمارے زاویہ نظر سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔“ [الاشراق: ۴۸]

جب یہ ایک ”معقول نکتہ ہے“ تو اسے قبول کرنا ہی معقولیت ہے۔ اس کے برعکس جو بھی ”زاویہ نظر“ ہے وہ غیر معقولیت پر مبنی ہے، معقولیت پر نہیں۔

سابعاً: ان کا ”زاویہ نظر“ یہ ہے کہ احادیث کی تحقیق و تنقید کے باب میں اصل معیار کی حیثیت ایک مخصوص دور کی تحقیقات کے نتائج کو نہیں بلکہ ان علمی و عقلی اصولوں کو حاصل ہے جن کو سامنے رکھتے ہوئے علم حدیث کے تشکیلی دور میں اکابر محدثین نے روایات کی بے لاگ تنقید کی شان دار روایات قائم کی..... صحیح علمی رویہ یہ ہے کہ نقد روایات کے باب میں نئے تنقیدی زاویوں کے امکان کی نفی نہ کی جائے بلکہ دلائل و شواہد پر مبنی کوئی بھی تنقید سامنے آنے پر متعلقہ روایات کا از سر نو روایتاً و درایتاً جائزہ لیا جائے..... [اشراق: ۴۸، ۴۹، جون ۲۰۰۷ء]

عرض ہے کہ علم حدیث کے تشکیلی دور میں اکابر محدثین نے روایات کی بے لاگ تنقید کی جو شان دار روایت قائم کی ہے یہ تنقید کن اصولوں پر مبنی تھی؟ انہی اصولوں پر اکابر محدثین نے صحیحین کی روایات کو پرکھا۔ اور بالآخر یہ طے پایا کہ ان کی تمام روایات بالخصوص جو اصول و استدلال میں بیان ہوئی ہیں وہ سب صحیح ہیں اور سوائے چند روایات کے باقی تمام احادیث کی صحت پر اکابر محدثین کا اتفاق ہے اور انہیں تلقی بالقبول حاصل ہے۔ اور روایت زیر بحث بھی انہی روایات میں سے ایک ہے جو اصول میں ہے اور اکابر محدثین کیا، اہل اشراق سے

قبل کسی اہل علم نے اس پر کلام نہیں کیا۔ کیا یہ اجماع علمائے امت خطا اور غلطی پر قائم رہا؟

اجماع امت کے خلاف اب اگر اہل اشراق کی جسارت کو ہم خود سری قرار دیتے ہیں تو وہ ہم ناتواں پر ناراض کیوں ہیں؟ اجماع بہر حال مقدم ہے کہ فرمان نبوی ہے: ”میری امت گمراہی اور غلطی پر مجتمع نہیں ہو سکتی۔“ اسی کو امام شافعی کے فرمان کے مطابق قرآن پاک نے ”سبیل المومنین“ سے تعبیر کیا ہے۔ اس لیے علم و عقل دونوں کا فیصلہ ہے کہ اہل اشراق کا پہلا موقف بالکل اسی طرح غلط ہے جیسے متعدد اجماعی مسائل میں انہوں نے انحراف کر کے غلط روش اختیار کی ہے۔

رہی یہ بات کہ ”نقد روایات کے باب میں نئے تنقیدی زاویوں کے امکان کی نفی نہیں کی جاسکتی۔“ الخ..... تو یہ ”زاویہ نظر“ اہل اشراق سے قبل سرسید سے غلام احمد پرویز تک وقتاً فوقتاً پڑھنے سننے میں آ رہا ہے۔ مستشرقین کی صدائے بازگشت سے بھی یہ تلقین ہوتی رہی اور بعض دانشوران ملت بھی اسی ساز میں اپنی آواز ملاتے رہے۔ مگر تاحال ”نئے تنقیدی زاویوں“ کی کوئی تعیین اور ان کی درجہ بندی نہ ہو پائی۔ نقد روایت کے اصول جو روایت یا درایت کے پہلو سے تھے ایک ایک کر کے مدون و مرتب ہو چکے۔ ہمیں بتلایا جائے کہ وہ کون سا تنقیدی اصول ہے جو پہلے بیان نہیں ہوا اور اس کی تحقیق و تنقیح نہیں ہوئی۔ یہی معاملہ اصول فقہ، نحو، صرف معانی و بیان کا ہے۔ ان کی تسہیل و ترتیب کی افادیت کا انکار نہ ادھر ہے نہ ادھر۔ لیکن احوال و ظروف سے پتا چلتا ہے کہ بحیثیت فن یہ کام بہت حد تک مرتب و مکمل ہو چکا ہے۔ اگر مرتب شدہ نئے اصولوں کی نشان دہی اہل اشراق کریں گے تو ہم ان کے شکر گزار ہوں گے۔ علامہ شبلی نے جو اس حوالے سے خامہ فرسائی کی، عرصہ ہوا علمائے کرام اس کی حقیقت تشبہ از بام کر چکے۔ اشراق کے نقطہ نظر میں کوئی مزید نئی بات ہو تو فرمائیے! زیر بحث روایت کی تحقیق میں بھی کوئی نیا اصول بیان نہیں ہوا جس کی بنیاد پر اسے ضعیف قرار دیا گیا۔ اور جو کچھ مختلف زاویوں سے کہا گیا اس کی پوزیشن قارئین کرام کے پیش نظر ہے۔ [جاری ہے]



# حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا میدانِ کربلا میں صبر و استقامت

محمد مصعب عبقری، بدو ملی

اس مضمون کی تیاری حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی کتاب ”اسوہ حسین رضی اللہ عنہ“ سے کی گئی ہے۔ [مضمون نگار]

دیا۔ دوست نے بے وفائی کی۔ دشمن نے خوشیاں منائیں۔ مگر میں نے تجھ ہی سے التجا کی اور تو نے ہی میری تنگی کی۔ آج بھی تجھی سے التجا کی جاتی ہے۔ تو ہی احسان والا اور ہر نعمت کا مالک ہے۔“

## تیسرا واقعہ:

جب جنگ کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے تو حضرت امام اس سے چند منٹ پیشتر اپنے خیمہ میں تشریف لاتے ہیں۔ حضرت زینب کو فرماتے ہیں: سب اہل بیت کو جمع کرو۔ سب حاضر ہوتے ہیں تو آپ ان سب کو مخاطب ہو کر یہ وصیت فرماتے ہیں:

”تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میں جس وقت دشمن کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں تو میرے ماتم میں نہ گریبان چاک کرنا، نہ اپنے رخساروں پر طمانچہ مارنا، نہ اپنے منہ کو زخمی کرنا۔“

## چوتھا واقعہ:

جس وقت حضرت امام میدانِ کربلا سے قاسم بن حسین رضی اللہ عنہ کی لاش کو اٹھا کر اپنے خیمہ کے سامنے لائے اور علی اکبر کی لاش کے پہلو میں لٹا دیا تو اہل بیت کے رونے کی آواز سنائی دی۔ آپ نے اس وقت بھی یہی ارشاد فرمایا:

”اہل بیت! صبر کرو۔ اے چچا کی اولاد! صبر کرو۔ اس کے بعد تمہیں کوئی ذلت اور تکلیف آنے والی نہیں۔“

## پانچواں واقعہ:

جس وقت امام حسن کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے اپنے

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی کو دیکھیں کہ کس طرح انہوں نے سخت سے سخت مصائب کے وقت صبر و استقامت، رضا و توکل اور رجوع و انابت الی اللہ کا اسوہ پیش کیا۔

## پہلا واقعہ:

سب سے پہلے سفر عراق میں جاتے ہوئے جب ”زروڈ“ مقام پر آپ پہنچے اور آپ کو اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کے متعلق اطلاع ملی کہ ابن زیاد گورز کوفہ نے انہیں قتل کر دیا ہے تو کیا آپ نے جزع و فزع کا اظہار کیا؟ نہیں بلکہ آپ نے سنا تو بار بار یہی پڑھتے رہے: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

اور یہی قرآن کریم نے اہل صبر کی تعریف میں فرمایا ہے۔  
”صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دو۔ یہ وہ لوگ ہیں جب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“ [البقرہ]

## دوسرا واقعہ:

جس وقت ابن زیاد کی بھیجی ہوئی فوجوں نے جو ہزار ہا کی تعداد میں تھیں آپ پر اور آپ کے رفقاء پر حملہ کے لیے اقدام کیا۔ اس وقت حضرت امام کے رفقاء کی کل تعداد ۲۵ تھی اور دوسری طرف ہزاروں کی تعداد میں دشمن تھا۔ موت سامنے نظر آرہی تھی۔ لیکن اس وقت بھی آپ نے صبر و توکل اور اعتماد علی اللہ کا کیسا ثبوت دیا؟ اس وقت کی دعا یہ تھی: ”اے الہی ہر مصیبت میں تو ہی میرا ملجا و مادی ہے۔ ہر تکلیف میں تجھی پر اعتماد و توکل ہے۔ کتنی مصیبتیں پڑیں کہ تدبیر نے اب جواب دے

”تیرے فیصلے پر میں صابر اور راضی ہوں۔ اے میرے رب!  
تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔“

### تذکارِ حقیقت:

اس حقیقت کو دہرا کر اپنے ان بھائیوں کی بے راہروی کو آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں، جنہوں نے اہل بیت کی محبت کا ارادہ تو کیا اور اس محبت کے اظہار و اعلان کے لیے ایک راستہ بھی تجویز کیا۔ لیکن افسوس کہ وہ راستہ تجویز کرنے کے بعد سنت نبویہ اور خود امام حسین کے اسوۂ حسنہ کو چھوڑ بیٹھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت امام حسین کے شہادت کے اندر جو عزم و استقلال، صبر و ثبات، استبدادِ شکی، ظلم کے خلاف سینہ سپر ہونے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جو عظیم الشان بصیرتیں موجود تھیں ان کو آنکھوں سے اوجھل کر دیا اور بانس کی تیلیوں اور کاغذ کی ٹکڑیوں سے بنے ہوئے تعزیوں کے جلوہوں کو حضرت امام کی عظمت کے اظہار کے لیے کافی سمجھا۔ ماتم میں سینہ کوبی، بال نوچنے، منہ پیٹنے، بدن زخمی کرنے اور نوحہ و بین کرنے کو محبتِ اہل بیت اور عداوتِ اہل بیت کا معیار سمجھ لیا۔ اَلَا سَاءَ مَا یَحْكُمُونَ ...

پس اسلاف کی یادگار قائم کرنے اور مشاہیر کے ماتم کرنے کے سلسلہ میں اسلام نے جن رسوم کو مٹایا تھا کیا ہمارے بھائیوں نے انہی رسوم کو نظر فریب رنگ چڑھا کر پھر سے اپنے اندر پیدا نہیں کر لیا؟ ٹھیک ہے جس طرح ہم سے پہلی قوموں نے اپنے اسلاف اور مشاہیر کی یادوں کا جو اصل مقصد تھا یعنی ان کے اسوۂ حسنہ کی اتباع اور اعمالِ صالحہ کی حقیقی اور عملی یاد کو مٹا کر بعض رسوم کی پرستش شروع کر دی تھی۔ اسی طرح مسلمانوں نے بھی ان ائمہ اسلام کی مقدس و مطہر زندگیوں کے اسوۂ ہائے حسنہ کو عملاً چھوڑ دیا اور اس کی جگہ ہندوستان کی بت پرست اقوام کی نقالی میں محض رسوم اختیار کر لیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں اپنے اسلاف کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)



چچا امام حسین علیہ السلام پر تلوار کے وار کو روکا تو ان کا داہنا ہاتھ شانہ سے کٹ کر جدا ہو گیا تو حضرت امام نے اس نوجوان کو اپنی چھاتی سے لگایا اور فرمایا: ”جیتے جی! جو مصیبت تم پر آئی ہے اس پر صبر کرو اور اس پر اللہ سے ثواب کے امیدوار رہو۔ اب بہت جلد اللہ تجھے تیرے صالح باپ دادوں سے ملا دے گا۔“

### چھٹا واقعہ:

حضرت امام حسین کا صاحبزادہ اصغر چھ ماہ کا جب شدتِ پیاس سے تڑپنے لگا تو آپ اس کو گود میں اٹھا کر لائے اور دشمنوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ”تمہیں مجھ سے تو دشمنی ہو سکتی ہے لیکن اس معصوم بچے کے ساتھ کیا دشمنی ہے اس کو تو پانی دو کہ شدتِ پیاس سے دم توڑ رہا ہے۔“

اس کے جواب میں دشمن کی طرف سے ایک تیر آیا اور اس بچے کے حلق میں پیوست ہو گیا اور اس نے اسی جگہ جان دے دی۔ حضرت امام نے اس قدر ہوش ربا سانحہ پر کمال صبر و استقامت کے ساتھ کچھ کیا تو یہ کیا کہ اس کے خون سے چلو بھر کر آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا:

”یا اللہ! جو مصیبت اس وقت مجھ پر نازل ہے تو آسان کر۔ مجھے امید ہے کہ اس معصوم بچے کا خون تیرے نزدیک حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے قتل سے تو کم نہیں ہوگا۔“

### ساتواں واقعہ:

میدانِ کربلا کے سارے واقعات کو لکھنا اور ان میں حضرت امام کا اسوۂ حسنہ دیکھنا تو تفصیل کا طالب ہے۔ اب آخر میں آپ خود حضرت امام کے واقعہ شہادت کو دیکھتے جب آپ کا جسم اطہر زخموں سے چور ہو گیا اور آپ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑے تو اس وقت بھی فاطمہ علیہا السلام کی گود میں پرورش پانے والے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر سواری کرنے والے، نوجوانانِ جنت کے سردار امام حسین علیہ السلام کے منہ سے اگر کچھ کلمات نکلے تو یہ نکلے:

# مولانا ولایت علی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ

عبدالرشید عراقی

۱۲۰۵ھ ..... ۱۲۶۹ھ

خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اس خاندان کو عظیم آباد میں امارت و ریاست کا درجہ حاصل تھا۔ ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء میں پیدا ہوئے۔

جب حضرت سید احمد شہید نے لکھنؤ کا سفر کیا۔ لکھنؤ میں حضرت سید صاحب اور آپ کے دورِ فقا و خاص مولانا شاہ محمد اسماعیل دہلوی اور مولانا عبدالحی بڈھانوی کے مسلسل وعظوں نے لکھنؤ کے مقامی لوگوں میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ تو اس وقت مولانا ولایت علی لکھنؤ میں زیرِ تعلیم تھے۔ حضرت سید صاحب سے ملاقات ہوئی اور پہلی ہی صحبت میں نقد دل ہار بیٹھے۔

مولانا ولایت علی کا تعلق عظیم آباد کے ایک امیر گھرانے سے تھا۔ بڑے آرام اور سکون سے اپنی زندگی کے ایام گزار رہے تھے۔ حضرت سید صاحب سے ملاقات اور ان کی صحبت سے ان کی کیفیت یکسر بدل گئی۔ چنانچہ تعلیم چھوڑ کر حضرت سید صاحب کے ہمراہ رائے بریلی چلے گئے۔ حضرت سید صاحب نے ان کو مولانا شاہ محمد اسماعیل کی جماعت میں شامل کر لیا۔ تو شاہ صاحب سے آپ نے کچھ دینی کتابیں پڑھیں۔

مولانا غلام رسول مہر مرحوم اپنی کتاب ”سرگزشت مجاہدین“ میں لکھتے ہیں کہ

”مولانا ولایت علی، شاہ صاحب سے کچھ کتابیں پڑھتے تھے۔ اوقات عبادت و تعلیم کے بعد پورا وقت اپنے ساتھیوں کی خدمت میں گزارتے تھے۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور اپنے ہاتھ سے کھانا

مولانا ولایت علی عظیم آبادی حضرت سید احمد شہید کے مرید خاص، مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی کے تلمیذ رشید، تحریک مجاہدین کے روح رواں، متحرک عالم دین، بلند پایہ محدث، بے نظیر فقیہ اور مؤرخ تھے۔ فقہ حدیث میں یگانہ روزگار، توحید خالص کے علم بردار، بے لوث مبلغ اور کفن برسر مجاہد تھے۔

حضرت سید احمد شہید کی دعوت خاص کتاب وسنت کی دعوت تھی۔ شرک و بدعت اور محدثات کا مٹانا ان کا خاص مشن تھا۔ وہ دین محمدی میں عہد فاروقی کی پاکیزگی اور شوکت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ توحید خالص کی تبلیغ، کتاب وسنت کی اشاعت و ترقی، شرک و بدعت کی تردید، قبر پرستی کا استیصال، جہلانہ قدیم رسومات کو ختم کرنا، تعزیر داری کو ختم و بن سے اکھاڑنا، اور نکاح بیوگان کی ترویج ان کی دعوت کے اہم اجزاء تھے۔

سید صاحب کی دعوت کامیاب ہوئی یا ناکام، اس پر کسی قسم کی بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ اس وقت تک برصغیر (پاک و ہند) میں جو کچھ اصلاح و تجدید ہو سکی ہے۔ سب کی سب حضرت سید احمد شہید اور ان کے جانشینوں کی انتھک کوشش کا نتیجہ ہے۔

حضرت سید صاحب کی تحریک کو پھیلانے میں مولانا ولایت علی عظیم آبادی کی سعی و کوشش بہت زیادہ ہے۔ مولانا ولایت علی بن فتح علی عظیم آباد کے ایک ممتاز زیری

پکاتے۔ غرض معمولی سے معمولی کام کرنے میں بھی انہیں عار نہ تھی۔“  
**سید صاحب کی صحبت کا اثر:**

حضرت سید احمد شہید کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی اوصافِ حمیدہ سے نوازا تھا۔ ان پر محبت کی نسبت اتنی غالب تھی کہ جس نے بھی ان کی ایک دفعہ صحبت اختیار کر لی وہ سب کچھ چھوڑ کر حضرت کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ یہی حال مولانا ولایت علی کا ہوا۔ آپ ایک امیر اور عالی نسب خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کی پرورش ناز و نعمت سے ہوئی تھی۔ لکھنؤ میں حضرت سید صاحب سے بیعت ہوئے اور ان کا دامن ایسا پکڑا کہ پھر مرتے مرتے نہ چھوڑا۔ وہ ان کے ساتھ ان کے وطن رائے بریلی گئے۔ مولانا شاہ اسماعیل دہلوی سے کچھ کتابیں پڑھتے اور اس کے ساتھ ذکر و فکر، عبادت و ریاضت اور خدمتِ خلق کرتے۔

مولانا ولایت علی کے والد محترم مولوی فتح علی کو اس کی اطلاع مل چکی تھی کہ ولایت علی رائے بریلی میں حضرت سید صاحب کے ہاں مقیم ہیں۔ مولانا عبدالرحیم صادق پوری اپنی کتاب ”در منثور“ معروف بہ تذکرہ صادقہ میں بیان کرتے ہیں کہ

”ایک دن ان کے والد ماجد مولوی فتح علی صاحب نے ایک خدمت گار کو جو بچپن سے آپ کی خدمت میں رہتا تھا چار سو روپے نقد اور دس پندرہ عمدہ کپڑے اور جوتے وغیرہ ضروری اسباب دے کر آپ کے پاس رائے بریلی کو روانہ کیا تھا۔ جب وہ خود مع اسباب کے رائے بریلی میں پہنچا تو اس نے قافلہ میں جا کر پوچھا کہ ”پٹنہ والے مولوی ولایت علی کہاں ہیں“ لوگوں نے بتایا کہ دریا کے کنارے مٹی کا کام کر رہے ہیں۔

وہ نوکر دریا کے کنارے پہنچا وہاں بہت سے لوگ گارے مٹی کے کام میں لگے ہوئے تھے۔ ان میں جناب مولانا ولایت علی بھی سیاہ رنگ ہوا ایک موٹا تہبند باندھے ہوئے اور گارے میں لتھڑے ہوئے اپنا کام کر رہے تھے۔ ان ایام میں ان کی صورت ایسی متغیر ہو گئی تھی کہ اس قدیمی نوکر نے جوتیں برس سے آپ کا خدمت گار رہ

چکا تھا آپ کو نہیں پہچانا۔ خود مولانا سے اس نے پوچھا کہ پٹنہ والے مولوی ولایت علی صاحب کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا بھائی ولایت علی تو میرا نام ہے۔ اس نے غصہ میں کہا: مذاق نہ کیجیے میں تو اس ولایت علی کی تلاش میں ہوں جو مولوی فتح علی صادق پوری عظیم آبادی کے صاحبزادہ ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر آپ کو میری بات پر یقین نہیں ہے تو تفتیش کر لیجیے۔ جب لوگوں نے اسے یقین دلایا کہ مولوی ولایت علی بن مولوی فتح علی عظیم آبادی یہی ہیں تو بہت نادم ہوا۔ آپ سے بغل گیر ہوا، آپ سے معافی مانگی اور آپ کی حالت زار دیکھ کر رونے لگا۔ رقم اور ملبوسات آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے یہ سب اشیاء اپنے پاس رکھ لیں۔ جب رات ہوئی تو تمام اشیاء جس طرح بندھی ہوئی آئی تھیں آپ نے انہیں کھولا تک نہیں تھا۔ حضرت سید صاحب کی خدمت میں پیش کر دیں اور خاموشی سے اٹھ کر چلے آئے۔ اور فجر کی نماز کے بعد حسب معمول اسی کہنہ تہبند سے اپنا معمول کا کام کرنے لگے۔“

[جب ایمان کی بہار آئی، ص: ۵۲، ۵۳]

### وعظ و تبلیغ:

حضرت سید صاحب سے تربیت پا کر مولانا ولایت علی اپنے وطن عظیم آباد واپس گئے۔ تو اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ وعظ و تبلیغ کے لیے وقف کر دیا۔ انہیں کی کوشش سے ان کا اپنا خاندان اور دوسرے اعزہ و اقربا سید صاحب سے وابستہ ہوئے۔ جو لوگ ان کی تحریک اور وعظ و تبلیغ سے حضرت سید صاحب کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ مولانا غلام رسول مہر مرحوم نے اپنی کتاب ”سرگزشت مجاہدین“ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

حضرت سید صاحب نے مولانا ولایت علی کو دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں حیدر آباد دکن بھیج دیا۔ وہاں آپ نے کم و بیش چار سال تک دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ مولانا ولایت علی حیدر آباد دکن ہی میں تھے۔ کہ بالاکوٹ کا حادثہ فاجعہ پیش آیا۔ جس میں حضرت سید احمد

اور مولانا شاہ محمد اسماعیل دہلوی شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اور دوسری طرف آپ کے والد ماجد مولوی فتح علی کا انتقال ہو گیا۔ مولانا ولایت علی کے لیے یہ دونوں عظیم حادثے تھے۔ آپ حیدر آباد دکن سے برہان پور، اور جبل پور ہوتے ہوئے عظیم آباد پہنچے۔ اور دعوت و تبلیغ کی از سر نو تنظیم کی۔

مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں کہ

مولانا ولایت علی دکن میں تبلیغ و ارشاد کے فرائض انجام دے رہے تھے کہ حادثہ فاجعہ بالا کوٹ پیش آیا۔ امیر شیخ رحمہ اللہ کی شہادت کی خبر سنتے ہی وہ عظیم آباد واپس ہوئے۔ اور دعوت و تبلیغ کی از سر نو تنظیم شروع کی۔ بنگال، بہار، دکن، مدراس مختلف صوبوں کو مبلغ بھیجے رد بدعت پر مکدر کتابیں شائع کیں۔ اور سب سے بڑھ کر اپنے خاندان میں عمل بالسنۃ کی تجدید کی۔ [ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص: ۵۱]

مولانا غلام رسول مہر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

طریق تبلیغ کا طریقہ یہ تھا کہ مولانا خود اور ان کے مقرر کیے ہوئے داعی ایک ایک قریے اور ایک ایک موضع میں جاتے۔ مسلمانوں کو پابند شریعت بناتے، مسجدیں آباد کرتے اور ارشاد و ہدایت کا مستقل سلسلہ جاری کر دیتے۔ [سرگزشت مجاہدین، ص: ۲۱۶]

مولانا ولایت علی ایک طرف دوسرے صوبوں میں مبلغین بھیجے جو ان کی ہدایت کے مطابق توحید و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید میں مصروف ہو گئے۔ خود بھی مولانا عظیم آبادی دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں عظیم آباد کے گرد و نواح میں تشریف لے جاتے اور وعظ و تبلیغ کرتے۔ توحید و سنت کی دعوت دیتے، شرک و بدعت کی تردید کرتے، اور لوگوں کو بدعات و محدثات سے اجتناب کی ترغیب دیتے۔

**تعلیم اور اشاعت کتب:**

مولانا عظیم آبادی جتنا عرصہ عظیم آباد میں مقیم رہتے۔ ظہر سے عصر تک قرآن و حدیث کا درس دیتے۔ قرآن مجید کا لفظی ترجمہ اور بلوغ المرام کا لفظی ترجمہ مردوں، عورتوں اور بچوں کو پڑھواتے۔ مولانا

شاہ عبدالقادر دہلوی کا ترجمہ قرآن اور مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی کے چند رسائل آپ ہی کی سعی و کوشش سے طبع ہوئے۔ مشہور اہل حدیث عالم اور محقق شہیر مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجپانی (م ۱۹۸۷ء) لکھتے ہیں کہ

آپ نے اسلام کی ہر نوع کی خدمات انجام دی ہیں۔ جہاد کے سلسلہ میں تو آپ سرعسکر تھے۔ تبلیغی اور تدریسی خدمات میں بھی کوتاہی نہیں فرمائی۔ اشاعت علوم دینیہ میں بقدر وسعت کوششیں جاری رکھیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمہ قرآن اور مولانا شہید دہلوی کے رسائل سب سے پہلی مرتبہ آپ ہی کی مساعی سے طبع ہوئے۔

[امام شوکانی، ص: ۴۸]

**حج بیت اللہ:**

۱۲۳۸ھ/۱۸۳۲ء میں مولانا ولایت علی حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ حج سے فراغت کے بعد نجد وغیرہ ممالک اسلامیہ کی سیر کرتے ہوئے یمن پہنچے اور ۱۲۳۹ھ/۱۸۳۳ء امام محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) سے حدیث کی سند حاصل کی۔ اور امام شوکانی کی کتاب ”الدرر البہیہ“ کا ایک نسخہ ساتھ لائے۔

[ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص: ۵۵]

**خدا داد تاثیر:**

تبلیغ و تذکیر کے سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مولانا ولایت علی کے وعظ میں اللہ تعالیٰ نے بہت تاثیر رکھی تھی۔ ان کا وعظ بڑا مؤثر ہوتا تھا۔ سامعین ان کا وعظ سن کر عیش و عشرت کو اٹھتے تھے۔ اور آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو جاتے تھے۔

محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں اپنی کتاب ”البقاء لمن“ میں لکھتے ہیں کہ

مولوی ولایت علی قنوج تشریف لائے میرے مکان پر اترے۔ اپنے اہل بیت کو واسطے ملاقات والدہ مرحومہ کے بھیجا۔ جامع مسجد قنوج میں چند جمعہ تک وعظ کیا مجھ سے کہہ گئے کہ تم کتاب ”بلوغ المرام“

ضرور پڑھنا۔ میں اس وقت بارہ تیرہ برس کا ہوں گا جو اثر سرلیج میں نے مولوی ولایت علی مرحوم میں پایا کسی کے وعظ میں نہ دیکھا نہ سنا۔ ان کے پاس بیٹھنے سے دل دنیا سے بالکل سرد ہو جاتا تھا اور دین کا جوش تہ دل سے اٹھتا تھا۔ [ایفاء المنن، ص: ۱۲]

مولانا ولایت علی عظیم آبادی کی زبان کی تاثیر تھی کہ حضرت نواب صاحب نے بلوغ المرام کی تین شرحیں لکھیں ”فتح العلوم بشرح بلوغ المرام“ اور ”الروض البسام من ترجمہ بلوغ المرام“ عربی میں، جب کہ تیسری شرح بزبان فارسی ”مسک الختام شرح بلوغ المرام“ لکھی۔

[ترجم علمائے حدیث ہند]

### جہاد:

سفر حج سے واپسی کے بعد مولانا ولایت علی نے اپنے بھائی مولانا عنایت علی کے ساتھ تحریک جہاد میں حصہ لیا۔ مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں کہ

مشہد بالا کوٹ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء پر سید صاحب کی شروع کی ہوئی تحریک تجدید و جہاد بالکل ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ سید صاحب کی شہادت کے بعد قیادت کی باگ مولانا ولایت علی صادق پوری عظیم آبادی نے اپنے ہاتھوں میں لے لی۔

مولانا ولایت علی اور ان کے بھائی مولانا عنایت علی پوری سرگرمی سے دعوت و تبلیغ میں مصروف تھے اور اس انتظام میں تھے کہ حالات سازگار ہوں تو جہاد کا آغاز کیا جائے۔ چنانچہ سکھوں کی حکومت میں ابتری پیدا ہوئی۔ رنجیت سنگھ جو پنجاب کا حکمران تھا ۱۸۳۹ء میں انتقال کر گیا۔ تو اس کا بیٹا کھڑک سنگھ حکمران بنا۔ وہ بالکل کمزور اور بے عزم آدمی تھا۔ جس دن یہ فوت ہوا اُسی دن اس کا بیٹا نوہال سنگھ بھی ایک حادثہ میں انتقال کر گیا۔ تو رنجیت سنگھ کا دوسرا بیٹا شیر سنگھ پنجاب کا حکمران ہوا۔ ۱۸۴۳ء میں شیر سنگھ بھی اس دنیا سے چلا گیا تو رنجیت سنگھ کا سب سے چھوٹا بیٹا دلپ سنگھ پنجاب کا

حکمران بنا۔ وہ کم سن تھا چنانچہ انتظام کے لیے ایک کونسل بنادی گئی۔ مگر سکھ حکومت کو استحکام نہ مل سکا۔ دوسری طرف سکھوں نے یہ غلطی کی کہ انگریزوں سے لڑائی چھیڑ دی اور انگریزی علاقے پر دھاوا بول دیا اور اس کا نتیجہ شکست کی صورت میں ظاہر ہوا اور صلح پر مجبور ہوئے اور نہ صرف پنجاب بلکہ سکھوں کا پورا مقبوضہ علاقہ انگریزی عمل داری میں آ گیا۔

ان حالات میں جب کہ پنجاب میں افراطی پھیلی ہوئی تھی کہ سرحد کے ضامن شاہ کا غانی نے مولانا ولایت علی کو دعوت بھیجی۔ آپ سرحد تشریف لائیں اور یہاں سے جہاد کے لیے سازگار فضا پیدا ہو چکی ہے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر اسلامی حکومت کے استحکام و استواری کا بندوبست کریں۔ چنانچہ آپ نے اپنے بھائی مولانا عنایت علی جو اس وقت بنگال میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ انہیں مقام جہاد کی طرف جانے کا پیغام بھیجا چنانچہ مولانا عنایت علی دو ہزار مجاہدین کے ساتھ سرحد پہنچ جائے اور خود مولانا ولایت علی بالا کوٹ پہنچے اور مجاہدین کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔

اس وقت کشمیر میں راجہ گلاب سنگھ اور مجاہدین کے درمیان جنگ جاری تھی۔ اس میں مجاہدین کو فتح ہوئی اور گلاب سنگھ شکست کھا کر انگریزوں کی پناہ میں آ گیا۔ انگریز اس وقت پورے پنجاب کے ایک معقول حصے پر قابض اور ملکی معاملات میں پوری طرح دخل ہو چکے تھے۔

گلاب سنگھ کا انگریزوں کی پناہ میں آ جانے پر انگریزی حکومت نے مولانا ولایت علی کو اطلاع دی کہ ”اب گلاب سنگھ پر آپ کا حملہ کرنا انگریزی حکومت سے لڑائی مول لینا ہوگا۔“

انگریزی حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ جب تک ان پر براہ راست زد نہ پڑے مجاہدین سے ٹکر نہ لی جائے اور انہیں سکھوں سے لڑنے دیا جائے۔ مجاہدین اور سکھوں میں جس کی بھی شکست ہوئی انگریزی



حکومت کو فائدہ ہوگا۔

اس لیے انگریزی حکومت نے مجاہدین سے ٹکر لینا مناسب نہ سمجھا۔ جب پنجاب پر انگریزی حکومت کا پوری طرح تسلط ہو گیا تو مجاہدین انگریزی حکومت کی نگاہوں میں کھٹکنے لگے۔ اور مجاہدین بھی اس وقت کے حالات کے پیش نظر انگریزی حکومت سے نبرد آزما ہونا خلاف مصلحت سمجھتے تھے۔

اسی دوران گلاب سنگھ، مجاہدین اور حکومت کے درمیان گفت و شنید کا سلسلہ جاری تھا کہ غداروں نے مجاہدین کے خلاف جاسوسی کر کے غریب الوطن مہاجرین کا قتل عام کر دیا۔ ضامن شاہ کاغانی نے بھی غداروں کی جس سے مجاہدین کو عظیم نقصان پہنچا۔ مولانا ولایت علی اس واقعہ سے بہت زیادہ پشیمان ہوئے۔ مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں:

ضامن شاہ کی بے وفائی کے بعد مولانا ولایت علی نے سوات نبیر کا رخ کرنا چاہا۔ مگر سرکار انگریزی مزاحم ہوئی۔ ناچار حکومت کے پیدا کردہ حالات سے مجبور ہو کر اپنے بھائی اور خاص رفیقوں کے انہوں نے اپنے وطن کی راہ لی۔ [ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص: ۵۷]

## وفات:

مولانا ولایت علی نے حضرت سید احمد شہید کی شہادت کے ۲۲ سال بعد اور ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے پانچ سال محرم ۱۲۶۹ھ مطابق اکتوبر ۱۸۵۲ء کو ۶۴ برس کی عمر میں اپنے وطن میں انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ ہی کی وجہ سے آپ کا سارا خاندان (صادق پور) جہاد کی تحریک میں شامل ہوا۔ آخر ہندوستان میں خالص اسلامی حکومت کے قیام اور انگریزی اقتدار کے ختم کرنے کی دھن میں ہی محرم ۱۲۶۹ھ میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ ۶۴ برس عمر پائی۔

بنا کر دند خوش رسے بخاک و خون غلطیدن  
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

## تصانیف:

مولانا ولایت علی کی زندگی بڑی ہنگامہ خیز گزری۔ تاہم آپ نے فارسی اور اردو میں درج ذیل رسائل تصنیف کیے۔

①..... تیسیر الصلوٰۃ (اردو): اس رسالہ میں نماز کے فضائل، طہارت اور نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ ۹ صفحات پر یہ رسالہ مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا۔ سن اشاعت ندارد

②..... عمل بالجہدیت (اردو): اہل حدیث امرتسر، ۴ نومبر ۱۹۲۱ء

③..... ردّ شرک (فارسی): اس رسالہ میں مسئلہ توحید کو بیان کرتے ہوئے شرک کی قسمیں بیان کی ہیں۔ اس کے بعد قرآن وحدیث سے ہر قسم کے شرک کی تردید کی ہے۔ ۶۹ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا۔ سن اشاعت ندارد

④..... تبیان الشک (فارسی): اس رسالہ میں شرک کی تعریف کرتے ہوئے شرک فی العقیدہ، شرک فی العادات اور شرک فی العبادات کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور اس کے علاوہ بدعات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ۱۵ صفحات پر یہ رسالہ مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا۔ سن اشاعت ندارد

⑤..... ہدایۃ التوحید (فارسی): اس رسالہ میں اولیائے کرام سے مدد طلب کرنے اور مصیبت کے وقت پکارنے اور قبروں کو پختہ بنانے، اور قبروں پر چراغاں کرنے اور نذریں وغیرہ چڑھانے کی تردید قرآن وحدیث سے کی گئی ہے۔ ۴۷ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ دوسری بار ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء مطبع دارالسلطنۃ کلکتہ سے شائع ہوا۔

⑥..... عمل بالجہدیت (فارسی): اس رسالہ میں تین فصلیں قائم کی گئی ہیں: فصل اوّل، میں دین کے اندر سمجھ پیدا کرنے کی فضیلت۔ فصل دوم، میں تقلید کے جواز وعدم جواز پر بحث۔ فصل سوم، میں قرآن وحدیث کے آسان ہونے کا بیان۔

یہ رسالہ ۲۴ صفحات میں مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا۔ سن اشاعت ندارد

⑦..... رسالہ دعوت (اردو): اس رسالہ میں اس مسئلہ کی

⑤.....سرگزشت مجاہدین

مولانا غلام رسول مہر رحمۃ اللہ علیہ

⑥.....ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک

مولانا مسعود عالم ندوی

❀❀.....❀❀❀

### ضرورت کمپوزر

ایک دینی ادارے کو اردو، انگریزی اور عربی کمپوزنگ کے لیے کمپوزر کی ضرورت ہے۔ مسلک اہل حدیث سے وابستہ آدمی فوری رابطہ کرے۔ تنخواہ حسب لیاقت و تجربہ ہوگی۔ بذریعہ خط رابطہ کریں۔  
[م۔ج 0/0 C/ہفت روزہ الاعتصام 31 شیش محل روڈ۔ لاہور]

### استاذ کے ضرورت مند متوجہ ہوں

کسی اہل حدیث مسجد و مدرسہ میں امامت، ترجمہ و تفسیر یا درس و تدریس کے لیے استاذ کی ضرورت ہو تو رابطہ کریں۔ اوکاڑہ اور لاہور کو ترجیح ہوگی۔  
[0345-4805325]

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ لَّا ذَمَّ  
يَاْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ  
الصَّلَاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

[التوبة: ۹/ ۷۱]

”مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی۔ یقیناً اللہ عزت و غلبہ والا حکمت والا ہے۔“

وضاحت قرآن و حدیث کی روشنی میں کی گئی ہے کہ بزرگوں کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز ہے۔ اور اس کے ساتھ اس مسئلہ کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ بیعت لینے والے کو چاہیے کہ بیعت ہونے والے لوگوں کو اپنی زندگی قرآن و حدیث کی روشنی میں بسر کرے، قرآن و سنت پر عمل کرے، اور شرک و بدعت اور محدثات سے اجتناب کرے۔

یہ رسالہ ۱۶ صفحات میں مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا۔

⑧.....رسالہ شجرہ با شمرہ (اردو): اس رسالہ میں پہلے یہ بتایا ہے کہ حضرت سید احمد شہید کے گروہ میں بہت سے ایسے لوگ شامل تھے جن کا شجرہ نسب آپ سے مل جاتا تھا۔ اس کے بعد اس مسئلہ کی تردید کی ہے کہ بغیر بیعت نجات نہیں مل سکتی۔ ۷ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا۔ سن اشاعت ندارد

⑨.....الاربعین فی احوال المہدیین (اردو): ۱۸ صفحات میں

یہ رسالہ مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا۔ سن اشاعت ندارد

اس رسالہ میں چار فصلیں قائم کی گئی ہیں: پہلی فصل میں مجددین کا بیان ہے۔ دوسری فصل میں امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ وقوع کا بیان ہے۔ تیسری فصل میں امام مہدی علیہ السلام کے بعد اُن کے خلفاء کے زمانہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ چوتھی فصل میں امام مہدی علیہ السلام کے آخر زمانہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان ہے۔ [جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات]

### کتابیات:

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے:

①.....إبقاء الأمن بالقضاء المحسن

مولانا سید نواب صدیق حسن خان

②.....امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ

③.....تراجم علمائے ہند

مولوی ابوبکی امام خاں نوشہروی رحمۃ اللہ علیہ

④.....جب ایمان کی بہار آئی

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

علمی و تحقیقی مرکز انصار السنہ، عقب جنرل ہسپتال لاہور، کا

## اعلان داخلہ

مرکز انصار السنہ کے شعبہ تخصص فی العلوم الشرعیہ میں

مزید محدود داخلہ مطلوب ہے۔

وظیفہ = 2500 روپے

تخصص کے لیے شائقین علم فوراً داخلہ لیں۔

حافظ ثناء اللہ المدنی، رئیس مرکز انصار السنہ، جامع مسجد خالد بن ولید، زیر کالونی

عقب جنرل ہسپتال، لاہور۔ رابطہ: 0334-4382195 / 0300-9364754

## ضرورت ہے

لاہور میں جماعت کے ایک معروف قدیمی ادارہ کو

①..... محقق، مضمون نگار، عالم دین:

(تحقیق، تخریج، حواشی کے لیے)

②..... لائبریرین:

(عربی اسلامک کتب کے لیے، ترجیحاً جو کمپوزر بھی ہو)

③..... قاری صاحب:

(امامت، ناظرہ، حفظ مع تجوید کی تدریس کے لیے)

کی فوری ضرورت ہے۔ اپنے شعبہ میں مخلص، محنتی اور تجربہ کار افراد

ہی رابطہ کریں۔ خدمت حسب لیاقت معقول ہوگی۔ ان شاء اللہ

حافظ محمد اسلم شاہد روی۔ فون: 0333-4202019